أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ

اصول اصلاحی اور اصول غامدی کا

تحقیقی جائزہ

فضیلۃ الشیخ
عبدالوکیل ناصر

ادارہ اشاعت قرآن وحدیث پاکستان۔ 021-32214799

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

*** تنبیہ ***

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تقریظ عمر فاروق السعید............ 7

مقدمہ............ 10

مولانا امین احسن کا دعویٰ!............ 18

مولانا کے دعویٰ کا تجزیہ............ 18

حدیث اور سنت میں فرق............ 20

حدیث و سنت کے فرق کا تجزیہ............ 21

اصلاحی صاحب کے ہاں تعریف سنت............ 24

اصلاحی تعریف سنت کا تجزیہ:............ 25

قرآن اور حدیث و سنت کا باہمی تعلق............ 29

اصول اصلاحی کا تجزیہ............ 30

قرآن اور حدیث و سنت کے بارے میں غیر متوازن خیالات............ 35

موصوف کے غیر متوازن خیالات کا تجزیہ............ 36

اصول اصلاحی............ 41

حدیث و سنت قرآن کی ناسخ نہیں ہوسکتی............ 45

نسخ القرآن بالحدیث کا تجزیہ:............ 46

کیا قرآن کے کسی حکم کی تخصیص حدیث و سنت سے ہو سکتی ہے؟............ 50

تحدید و تخصیص القرآن بالسنۃ کا جائزہ............ 51

(۱)امام خطیب بغدادی :............ 55

(۲)امام ابن قیم:............ 56

(۳)امام شافعی:............ 57

(۴)امام ابن عبدالبر:............ 58

(۵)شیخ مصطفی سباعی:............ 60

تدبر حدیث کے چند بنیادی اصول............ 60

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدبر حدیث کے مذکورہ بالا اصول کا تجزیہ 61

ہر حدیث، احادیث کے مجموعی نظام کا ایک جزو ہے 64

اصول اصلاحی کا تجزیہ: 64

حدیث کی اصل زبان عربی ہے 65

تجزیہ: 65

کلام کے عموم و خصوص ،موقع و محل اور خطاب کا فہم ضروری ہے 68

تجزیہ: 68

دین اور عقل و فطرت میں منافات نہیں ہے 70

تجزیہ: 70

حدیث کے غث و سمین میں امتیاز کے لئے اساسی کسوٹیاں 72

پہلی کسوٹی اہل ایمان و اصحاب معرفت کا ذوق: 73

تجزیہ و تبصرہ: 74

دوسری کسوٹی ، عمل معروف 77

دوسری کسوٹی کا تجزیہ: 78

تیسری کسوٹی قرآن مجید 78

تیسری کسوٹی کا تجزیہ: 79

چوتھی کسوٹی سنت معلومہ 81

چوتھی کسوٹی کا تجزیہ: 81

پانچویں کسوٹی، عقل کلی 82

پانچویں کسوٹی کا تجزیہ: 83

چھٹی کسوٹی دلیل قطعی 83

چھٹی کسوٹی کا تجزیہ: 84

مبادی تدبر سنت 84

غامدی صاحب کی تعریف سنت: 85

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول غامدی کا جائزہ:...87

تیسرا اصول غامدی 92

چوتھا اصول غامدی 92

ان دونوں اصولوں کا تجزیہ:..92

پانچواں اصول غامدی...95

پانچویں اصول کا تجزیہ:...95

چھٹا اصول غامدی..98

چھٹے اصول کا تجزیہ: 98

ساتواں اصول غامدی 99

ساتویں اصول کا تجزیہ: 100

مبادی تدبر حدیث...102

تحقیق و تجزیہ:...102

حدیث کی سند 105

حدیث کا متن 105

اصول غامدی کا تجزیہ:...106

اصول غامدی کا تجزیہ:...111

قرآن کی روشنی 114

اصول غامدی کا تجزیہ:...114

موقع و محل 116

اصول غامدی کا تجزیہ:...116

احادیث باب پر نظر 117

اصول غامدی کا تجزیہ:...118

تصویر کا مسئلہ:...118

عقل و نقل 122

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول غامدی کا تجزیہ: 122
جاوید احمد غامدی کا اصل چہرہ(اقتباس از مجلہ 'ساحل' اگست ۲۰۰۷) 123
غامدی صاحب 126
عقل کی تعظیم و تقدیس میں مبالغہ 129
عقل کا منصب و مقام 130
رسول پر بلا شرط ایمان ضروری ہے 132
عقل کے ہوائی قلعے 133
اہل دانش کی بے دانشی 135
صریح عقل اور صحیح نقل میں کبھی تعارض نہیں ہوتا 136
قرآن میں بہترین عقلی دلائل ہیں 137
رسول کی تعلیم میں التباس نہیں 138
امام ابن تیمیہ کی دعوت اور ان کا کارنامہ 140

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین اما بعد۔۔۔

علم نبوت بنی نوع انسان کے لئے ایک ایسی نعمت ہے کہ اللہ رب العالمین نے اس کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے، اور امت اسلامیہ میں اس کے مظاہر تاریخ کا حصہ ہیں۔ عقل عیار اور طبائع کی آزادی نے شریعت کی حدود و قیود سے نکلنے کے لئے ہمیشہ زور لگایا اور اس کے لئے سو طرح کے انداز اپنائے۔ کہیں علی الاعلان اور کھلم کھلا اور کہیں مخفی اور دھیمے اور کہیں نام نہاد علمی اسلوب۔ فتنہ انکار، حدیث، پاک وہند میں قدیم زمانے سے پھیل رہا ہے مگر ربانی علماء نے بحمد اللہ کبھی بھی ان لوگوں کو حق سمجھانے اور انہیں راہ حق دکھانے میں سستی اور کمزوری نہیں دکھائی۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ بھی فرما چکے ہیں:

”یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله، ینفون عنه تحریف الغالین، وانتحال المبطلین، وتأویل الجاهلین“ (حدیث مرسل۔۔۔ بیہقی)

یعنی ہر نسل میں سے اس کے عادل لوگ اس علم (دین و شریعت اور قرآن و حدیث) کو حاصل کرتے رہیں گے، جو اسے غالیوں، کی تحریفات، باطل پرستوں کے دعاوی اور جہلاء کی تاویلات سے صاف کرتے رہیں گے۔

جناب امین احسن اصلاحی صاحب اور ان کے تلمیذ رشید غامدی صاحب نے انکار حدیث کا اپنے انداز سے علمی اور عقلی اسلوب اپنایا ہے۔ جو ”روشن خیال“ مسلمانوں میں پذیرائی حاصل کر رہا ہے۔ ان کے مزعومہ حقائق کی کئی ایک اہل علم نے حقیقت واضح کی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی سلسلہ میں ہمارے محترم جناب عبدالوکیل ناصر صاحب کی ایک کوشش آپ کے ہاتھوں میں۔ اس میں انہوں نے ''حدیث و سنت'' میں فرق کے دعویٰ کی حقیقت کو علمی اصول و مصادر سے واضح کیا ہے۔ اگر یہ قرآن حکیم محض فطرت اور لغت سے ہی سمجھنے کی چیز ہوتی تو کون تھا جو ''ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُوٓاْ إِيمَٰنَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ٱلْأَمْنُ[1]'' کی روشنی میں اپنے آپ کو ہدایت یافتہ اورامن والا کہہ سکتا تھا، یا رمضان کے روزوں میں ۔ ۔ ۔ ''حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ (البقرۃ ۱۸۷)[2]'' کی بنا پر اپنے اپنے تکیے کے نیچے سیاہ و سفید دھاگے نہ رکھے ہوئے ہوتا۔۔۔ وغیرہ۔۔۔

یہ تو رحمت للعالمین علیہ الصلاۃ والسلام ہی مبیّن حق تھے جنھوں نے مذکورہ بالا اور اس طرح کے زندگی کے بے شمار مسائل کو بنی نوع انسانی کی خاطر رہتی دنیا تک کے لئے قابل عمل اور آسان بنا دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہم قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ کیوں پڑھتے پڑھاتے ہیں؟ اس لئے کہ قرآن اور صاحب قرآن آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ مثلاً:

''وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ '' (النحل: ۴۴)

([1]) ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے پھر ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا، انہی کے لئے امن و سلامتی ہے اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں (الانعام آیت ۸۲) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں ہی معلوم ہوا کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ جو کسی صورت معاف نہیں ہو گا۔

([2]) ترجمہ:۔۔۔ اور فجر کے وقت جب تک (لفظی ترجمہ) سفید دھاگہ کالے دھاگے سے نمایاں نہ ہو جائے تم کھا پی سکتے ہو۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہاں فجر صادق کی سفید دھاری مراد ہے۔)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ پر یہ ذکر(یعنی کتاب)نازل کی ہے، تاکہ جو (ارشادات) لوگوں کی طرف نازل کیے گئے ہیں آپ انہیں خوب واضح کریں اور وہ غورو فکر بھی کریں''۔

'' قُلْ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْكَٰفِرِينَ [1] ''

ترجمہ: ''کہہ دیجئے کہ۔۔اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا''۔

'' وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ [2] ''

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو''۔

حجیت حدیث کی کتب میں قرآن کریم کی بیسیوں آیات سے رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کے اخذ اتباع کا ثبوت ملتا ہے۔

بردار عزیز کی یہ تحریر جہاں علمی اور اصولی ہے،اس میں کہیں کہیں تلخی بھی محسوس ہوتی ہے۔اور اس کی وجہ وہ (ان شاء اللہ) غیرت ایمانی ہے اور رسول مقبول ﷺ کی کرامت سے دفاع کا جوش ہے جو قلم سے بہہ نکلا ہے۔اہل نظر سے امید ہے درگزر فرمائیں گے۔

ہم اپنے برادران سے جو یقیناً اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین سے محبت رکھتے ہیں اور ان کا شوق ہے کہ اس دنیا میں اللہ کی شریعت کے مطابق زندگی گزاریں اور آخرت میں بھی سرفراز ہوں، اور وہ طلب گار اور پیاسے ہیں ان سرچشموں کے جہاں سے انہیں یہ آبِ حیات مل سکے۔تو ہم انہیں قابل اعتماد، راسخ فی العلم اور ربانی

---

(1)سورہ آل عمران آیت ۳۲

(2)سورہٗ محمد آیت ۳۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء کی مجلس اور صحبت اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ جو بحمد اللہ جگہ جگہ اپنی جوت جگائے بیٹھے ہیں۔ وکثراللہ سوادھم۔ اور امت مسلمہ کی ڈیڑھ ہزار سالہ امانت کے امین، محافظ اور پیامبر ہیں۔ اور اس موضوع کی معتبر کتب بھی مکتبات میں میسر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کو کما حقہ سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ اور اس پر ثابت قدم رکھے اور ہر قسم کی جہالت، زلّت، ضلالت اور ظلم سے محفوظ رکھے۔

وصلی اللہ علی النبی محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

کتبہ عمر فاروق السعیدی

(سابق مدیر التعلیم: جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی)

حال نزیل: جامعہ مرأۃ القرآن والحدیث، منڈی واربرٹن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (الاسراء آیت ۹)

”یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے۔“

قرآن سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لئے دو شرطیں انتہائی اہم و ضروری ہیں۔ ۱) قلب سلیم ۲) عقل صحیح

اگر کوئی شخص ان دو شرطوں کا لحاظ و پاس کرتے ہوئے قرآن مجید کا مطالعہ کرے تو وہ نبی علیہ السلام کا طریقہ کار اختیار کرنے والا اور تمام عقائد و اعمال میں آپ کی اتباع کرنے والا بن جاتا ہے۔

نبی ﷺ نے قرآنی احکامات کی تعمیل میں جو بھی طریقہ کار اختیار کیا اسے اسوہ حسنہ کہا جاتا ہے اور مومنین کے لئے اس ”اسوہ حسنہ“ کی اتباع تا قیامت واجب ہے۔ کیوں کہ اسے اختیار کئے بغیر قرآن مجید پر عمل ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں توحید کی حقیقت کو اجاگر کرنے اور اس سے تمسّک اختیار کرنے پر سب سے زیادہ دلائل دینے کے بعد اگر کوئی مسئلہ انتہائی شد و مد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تو وہ اطاعت واتباع رسول ﷺ ہی ہے اور یہی محبت الٰہی کے حصول کی سبیل ہے۔

قلب سلیم پابند ہے کہ مبہم اور متشابہ آیات کے پیچھے نہ لگے کہ اس کی کرید میں لگنا ہی کج روی اور کج فہمی کی دلیل ہے۔ اور خود قلب سلیم کو قلب سقیم میں بدل ڈالنے کی کوشش ہے۔

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿﴾ (آل عمران آیت ۷)

"پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے، فتنے کی طلب اور انکی مراد کی جستجو کے لئے حالانکہ ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے۔ یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں۔"

عقل سلیم یقیناً اللہ کی عظیم نعمت ہے جس کا صحیح استعمال انسان کو معرفت الٰہی کے اعلیٰ و ارفع درجات پر لے جانے کا باعث ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا غور و فکر اور عقل و تدبر سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ حتیٰ کہ بے عقلوں کو فرمایا "ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون" کہ بے عقلوں پر وہ نجاست ڈال دیتا ہے۔

مگر جب نقل و عقل (یعنی شرع اور انسانی عقل) میں (بظاہر) ٹکراؤ محسوس ہو تو پھر نقل کو مقدم کرنا ہے۔ شرعاً واجب ہے کہ اھل ایمان کا شیوہ ہے "آمنا بہ کل من عند ربنا"۔

شریعت مطہرہ خلاف عقل حقیقتیں بیان نہیں کرتی مگر بسا اوقات احکام شرع عقل کو حیران ضرور کر دیتے ہیں۔

گمراہی اور انکار سنت کے بنیادی محرکات میں خود ساختہ عقلی اصول و قواعد کے بعد دو ہی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔(۱) فلسفیانہ نظریات سے مرعوبیت۔(۲) اتباع ہوائے نفس۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک کلمہ گو شخص جب دیکھتا ہے کہ اسلام میں اس کے عقائد، اعمال، افعال، معاملات، اکتساب ورزق وغیرہ پر کچھ پابندیاں عائد ہیں۔ جب کہ مادر پدر آزاد غیر مسلم یورپین ممالک میں ہر قسم کی آزادی میسر ہے تو وہ ان سے مرعوب ہو کر متاثر کن انداز میں اپنی خواہشات نفسانیہ کو "حاکم کل" سمجھ بیٹھتا ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے نتیجے میں وہ باوجود علم رکھنے کے قعر مذلت میں جا گرتا ہے اور پھر نہ صرف یہ کہ جواہر علمیہ سے تہی دست ہو جاتا ہے بلکہ تو اپنی انسانیت بھی کھو بیٹھتا ہے۔

﴿ اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلۡمٍ ﴾ (الجاثیہ آیت ۲۳)

”کیا آپ نے اسے بھی دیکھا، جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود علم کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔“

﴿ اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَیۡهِ وَكِیۡلًا اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ یَعۡقِلُوۡنَ اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴾ (الفرقان آیت ۴۳،۴۴)

”کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو معبود بنائے ہوئے ہے کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں کے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے زیادہ بھٹکے ہوئے۔“

دوسری صدی ہجری کے اواخر اور تیسری صدی ہجری کے اوائل سے لے کر آج تک جتنے بھی فتنے پیدا ہوئے ان کی گمراہی کے اہم محرکات میں (ذکر کردہ) عوامل کا بنیادی کردار رہا ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ رسول معصوم ﷺ کے اقوال و افعال کی تنقیص و تردید کے لئے اس کلام مقدس کو بطور ڈھال کے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ جو نبی رحمت ﷺ کے دل اطہر، پر نازل ہوا اور اس کے مبین و شارح باذن اللہ بلا شرکت غیرے آپ ﷺ فرد واحد ہی تھے۔

اللہ تعالیٰ بھی اپنا قانون چلا رہا ہے کہ ”یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً“ خود متاثرین اغیار بھی اس ستم ظریفی پر خاموش نہ رہ سکے اور یوں گویا ہوئے!

انتہائی بدقسمتی یہ ہے کہ آج جتنے فتنے اٹھ رہے ہیں وہ زیادہ تر قرآن ہی کے نام سے اٹھ رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن فتنوں کو مٹانے کے لئے آیا تھا، فتنوں کو ابھارنے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو غذا دینے کے لئے نہیں آیا تھا۔ لیکن یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ ماضی میں بھی اور آج بھی جتنے فتنے اٹھے یا اٹھ رہے ہیں وہ سب قرآن ہی کی آڑ لے کر نمودار ہوئے۔ خوارج اپنے گمان کے مطابق قرآن مجید ہی کے سہارے ابھرے، باطنیوں کے تمام استدلالات کی بنیاد ان کے خیال میں قرآن مجید ہی پر ہے۔ بابیوں اور بہائیوں نے جو کچھ کیا اپنے زعم کے مطابق قرآن مجید ہی سے کیا۔ قادیانیوں کی (جھوٹی) نبوت کی اساس ان کے دعویٰ کے مطابق قرآن مجید ہی پر ہے۔

اور چکڑالوی تو قرآن کے سوا کچھ بولتے ہی نہیں، اور یہ تو ہزاروں فرقوں اور گروہوں میں سے صرف چند کے نام لئے گئے ہیں۔ تاریخ اسلام کے تمام فرقوں کے حالات اور ان کے اساسی معتقدات اگر معلوم کیجئے تو قرآن مجید آپ کو ہر ایک کے ہاتھ میں نظر آئے گا۔

سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟

ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے مطالعہ کے کچھ خاص آداب و قواعد ہیں، جن کا لحاظ و اہتمام ضروری ہے۔ ان کے بغیر قرآن کی راہ نہیں کھل سکتی۔ ان میں سب سے مقدم یہ ہے کہ انسان بالکل خالی الذھن ہو کر اس کو صرف طلب ہدایت کے لئے پڑھے اور اپنے قلب و دماغ کو پورے طور پر اس کے حوالے کر دے۔ اپنے دل کی باگ اس کے ہاتھ میں دے دے۔ تمام خیالات و معتقدات سے خالی ہو کر اپنے تئیں اس امر کے لئے آمادہ کرے کہ قرآن کے اندر اپنی خواہشات کے لئے سند جواز، اپنے معتقدات کے لئے حیلے اور اپنے نفس کے لئے جائے پناہ تلاش نہیں کرے گا۔ کج بحثیاں اور اعتراضات نہیں ڈھونڈے گا۔ بلکہ تشفی اور طمانیت تلاش کرے گا، اس کی روشنی جس طرف راہنمائی کرے گی اسی طرف قدم بڑھائے گا۔ یہ کوشش نہیں کرے گا کہ قرآن مجید کو اپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگائے جس شخص کا مقصود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلب ہدایت نہ ہو بلکہ اعتراض اور کج بحثی ہو اور اس کی خواہشوں نے اس کے دل میں جو وسوسے پیدا کر دیئے ہوں۔ قرآن مجید کو ان سے ہم آہنگ کرنا چاہتا ہو اس کے لئے قرآن مجید میں بالکل محرومی ہی محرومی ہے۔ (مبادی تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی)

مولانا امین احسن ان ساری نصیحتوں کی پاسداری فرماتے، اپنے شاگردوں اور حواریوں کو اس نصیحت کا پابند بناتے مگر افسوس صد افسوس یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا ہے اور نہ ہی شاید کبھی ہو سکے گا۔ کیوں کہ حوارین بھی اپنے پر پرزے نکالنے لگے ہیں۔ واللہ المستعان

قرآن مجید کی آڑ میں کبھی بھی فتنہ ضلالت و گمراہی کو پھلنے پھولنے نہیں دیا گیا خیر القرون میں بھی جب کسی نے کہا کہ "لا تحدثنا الا بالقرآن" تو اسے "انك امرؤ احمق" کے خطاب سے نوازا گیا۔ نیز اس کے اشکالات کے سامنے سنن واحادیث کا بند باندھ دیا گیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی فتنے کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص قرآنی آیات سے تمہارے دل و دماغ میں شبہ ڈالنا چاہے تو سنتوں سے اس کا سدّباب کرنا۔ (جامع بیان العلم)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: تمہیں کچھ لوگ قرآن کی طرف بلائیں گے جب کہ وہ خود قرآن سے بیزار ہوں گے۔ (جامع بیان العلم)

الحمدللہ ثم الحمدللہ "لا تزال طائفة من امتی۔۔۔" کا مصداق طائفہ منصورہ، اھل حدیث و سنت ہر ہر دور میں اہل بدعت وضلالت کے شبہات و تحریفات کا بھرپور تعاقب کرتے رہے ہیں اور یہ انہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ فتنہ انگیزوں کی سرکوبی کرتے ہوئے ان کی تاویلات فاسدہ کو عوام الناس کے سامنے بے نقاب کرتے رہیں۔ فجزاھم اللہ خیرالجزاء

افکار اغیار سے متاثرین اور نام نھاد نعرۂ قرآنی "حسبنا کتاب اللہ" بلند کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے حدیث بے زار طبقوں میں بھی مختلف درجات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے خطرناک گروہ وہ ہے جو اصلاً اصطلاحات کو ہی بدل ڈالنا چاہتا ہے اور اس کے لئے وہ مسلّمہ عقائدو نظریات کے انکار سے بھی حیا نہیں کرتا۔

ایسے ہی متجددین ونام نہاد قرآنی مصلحین میں مولانا امین احسن اصلاحی اور ان کے شاگرد جاوید احمد غامدی سرفہرست ہیں اور اب ان کی جدید فکر باقاعدہ ایک گروہ کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ جو ہر صورت میں احباب و اغیار کے درمیان عقائد و اعمال اور تہذیب و تمدن کی حائل خلیج کو پاٹنا چاہتے ہیں۔

مولانا امین احسن کی ”مبادی تدبد حدیث“ تدبر سے زیادہ تمسخر کی راہ دکھاتی ہے کہ کبھی قرآن کو سنت کی جھولی میں ڈال دیا اور کبھی سنت کے اثبات کے لئے قرآنی اساس نہ ملنے کی وجہ سے سنت کو گویا طلاق سے نواز دیا۔ کبھی بلا دلیل ہی احادیث کو ضعیف، موضوع اور کبھی برہمنیت کی بدبو سے اٹاہوا کہہ دیا۔

تضاد بیانی اس قدر کہ گویا مصنف خیال پراگندہ کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔

شاگرد موصوف جناب جاوید غامدی صاحب کی ”اصول و مبادی“ دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے ”مبادی تدبر حدیث“ کا ملغوبہ و چربہ ہے جسے نئے لبادہ میں پیش کر دیا گیا ہو۔ مسمیٰ ایسا کہ اسم اسکا مخالف دکھائی دیتا ہے۔ کوئی بھی اصول کسی اصل و نقل پر قائم دکھائی نہیں دیتا۔

غامدی صاحب پیغمبر ﷺ کے اختیارات سلب کرنے کی جسارت کے مرتکب دکھائی دیتے ہیں۔ مگر اپنے اختیارات انتہائی وسیع رکھتے ہیں، تاکہ جب چاہیں جو چاہیں کر گزریں۔

اپنے زعم میں کبھی سنت کو قرآن سے مقدم کہتے ہیں، تو کبھی سنت بھی اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثبات میں قرآنی اساس کی طالب؟ اپنے زعم میں عربی ذوق اس قدر رکھتے ہیں کہ بڑے بڑے ائمہ لغت، ائمہ محدثین، جناب کے سامنے ہیچ ہیں کہ جو ذوق عربی، عجمی غامدی کو مطلوب ہے یہاں مفقود ہے۔

بہر حال اس طویل لاطائل اور لاینحل مباحث و نظریات پر تحقیقی نظر سے جو تبصرہ کیا گیاہے وہ زیر نظر ہے۔

اس تحریر میں جناب امین احسن اصلاحی کی ''مبادی تدبر حدیث'' اور جناب جاوید احمد غامدی کی ''اصول و مبادی'' کے منتخب ابواب کو ہی سامنے رکھا گیا ہے، اور اس پر نقد و نظر میں اقوال سلف صالحین کو خصوصی طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

صاحبین کے خود ساختہ اصول و قواعد کی تضاد بیانیاں اور اصطلاحات محدثین سے ان کا متصادم و معارض ہونا واضح کیا گیا ہے۔ والحمد للہ علی ذلك۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے استاذ محترم شیخ عمر فاروق السعیدی صاحب حفظہ اللہ کو کہ انہوں نے انتہائی دقیق نظر سے مسودہ کو دیکھا اور اس کی نوک پلک سنوار کر اپنی قیمتی آراء سے بصورت تقریظ آگاہ کیا۔ جزاہ اللہ خیرالجزاء

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تحریر کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور میزان حسنات کا ذخیرہ بنائے۔ آمین

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

کتبہ **عبدالوکیل ناصر** عفی عنہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا امین احسن کا دعویٰ!

اس مضمون میں وہ اصول و مبادی میں نے بیان کر دیئے ہیں جو احادیث کو سمجھنے اور ان کی صحت و سقم کا فیصلہ کرنے کے لئے میں ضروری سمجھتا ہوں اور جن کو میں نے ملحوظ رکھا ہے ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جس میں کوئی مجھے منفرد قرار دے سکے۔ یہ ساری باتیں ہمارے ائمہ حدیث کی مستند کتابوں سے ماخوذ ہیں اور یہ ایسی معقول اور فطری ہیں کہ کوئی عاقل ان کا انکار نہیں کر سکتا۔

جو لوگ صرف اپنے فقہی مسلک ہی کی حدیثیں پڑھنے پڑھانے پر قانع ہیں ان کا کام بہت سہل ہوتا ہے ممکن ہے وہ ان اصولوں کی قدر و قیمت کا اندازہ نہ کر سکیں، بلکہ اندیشہ ہے کہ وہ ان سے متوحش ہوں ۔۔۔ اور انہیں اصولوں کی روشنی میں امہات حدیث کا مطالعہ کیا ہے اور ان کا درس دیا ہے۔

(دیباچہ مبادی تدبر حدیث)

مولانا کے دعویٰ کا تجزیہ

مولانا امین احسن مرحوم کی شخصیت ہم عصر علمائے حدیث میں سخت متنازعہ رہی ہے۔ ایسی صورت میں موصوف کا مذکورہ دعویٰ غلط فہم یا خوش فہمی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

زیر نظر و زیر تبصرہ کتاب "مبادی تدبر حدیث" کے بارے میں اہل علم میں معروف شخصیت حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقم طراز ہیں کہ:

"اس کتاب میں انہوں نے حدیث کو پرکھنے کے محدثانہ اصول کو ناکافی قرار دیتے ہوئے خود نئے اصول وضع کئے ہیں جس کی وجہ سے محدثین کی ساری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاوشیں تو بے کار قرار پاتی ہیں، اور ان کے مجموعہ ہائے احادیث صحیحہ بے وقعت۔ مولانا اصلاحی کے گھڑے ہوئے اصولوں کی رو سے صحیح حدیث وہ نہیں ہے جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے یا جو محدثین کے مسلمہ نقد و جرح کی روشنی میں صحیح ہے بلکہ وہ حدیث صحیح ہو گی جو اصلاحی من گھڑت اصول کی روشنی میں صحیح ہو گی۔ چاہے محدثین کے مسلمہ اصول کی رو سے وہ ضعیف ہو، اور وہ حدیث ضعیف ہو گی جسے اصلاحی صاحب کے گھڑے ہوئے اصول کی تائید حاصل نہ ہو گی۔ چاہے محدثین کے ہاں اس کی صحت مسلم ہو"۔ (ماہنامہ محدث اگست 2001 جلد 33 شمارہ 8)

مولانا امین احسن کے بارے میں آج سے کافی عرصہ قبل مولانا حافظ اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ: ان کے نظریات نہ صرف مسلک اہلحدیث کے خلاف ہیں بلکہ ان کے نظریات تمام ائمہ حدیث کے بھی خلاف ہیں، ان میں آج کے جدید اعتزال و تجہّم کے جراثیم مخفی ہیں۔ (حوالہ مذکور)

مولانا کا یہ دعویٰ کرنا کہ "یہ ساری باتیں ہمارے ائمہ حدیث کی مستند کتابوں سے ماخوذ ہیں سراسر لغو اور باطل ہے (جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) کہ کوئی بھی امام حدیث اس چودہ سو سال کے عرصے میں ایسا نہیں ہے جو مولانا امین کے نظریات اور مبادی تدبر حدیث رکھتا ہو۔ مولانا صرف ائمہ سلف صالحین کا نام اور ان کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں اور ستم یہ کہ ان اصطلاحات کا بھی خود ساختہ معنیٰ کشید کر کے ان ائمہ کے سر تھوپ دیتے ہیں۔

مولانا کا فرمانا کہ ان کے بیان کردہ اصول ایسے "معقول اور فطری ہیں کہ کوئی عاقل ان کا انکار نہیں کر سکتا" اور پھر فقہی مسالک کی احادیث پڑھنے والوں کو یہ لکھنا کہ وہ "ان (قواعد اصلاحی" سے متوحش ہوں گے" تو کیا مولانا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علما، فقہا، ''ان کے خود ساختہ'' مبادی تدبر حدیث کو نہیں مانتے وہ بے عقل و بے وقوف ہیں یا یہ کہنا چاہتے ہیں (معتزلہ کی طرح) کہ عقل انسانی بھی ہر چیز اور اصول و قواعد کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔

اگر پہلی بات مراد ہے تو پھر صرف اصلاحی صاحب اور ان کے ہم فکر رفقاء ہی عقل مند ہوئے جب کہ چودہ سو سال سے اصول محدثین و فقہا کے پابند(نعوذ باللہ) بے وقوف قرار پائے اور اگر دوسری بات مراد ہے تو پھر بھی عقل اصلاحی سب عاقلوں پر فوقیت رکھتی ہے کہ اس نے عقل انسانی کو ردو قبول کی کسوٹی قرار دیا۔ گویا مولانا ہر طرف اور جہت سے شیخ الکل قرار پائے۔ اچھا ذرا یہ بھی جائزہ لے لیں کہ مولانا نے مذکورہ دونوں باتوں سے جو کچھ مراد لیا ہے اس میں کتنے ائمہ و محدثین ان کے ساتھ ہیں؟(کوئی بھی نہیں)

اب یہ بات تو بالکل واضح ہی ہے کہ مولانا جب خود ساختہ'' مبادی تدبر حدیث'' کے اصول کو سامنے رکھ کر'' امہات حدیث'' کا مطالعہ کریں گے تو کیا کیا راز افشا کریں گے۔ کبھی سنت و حدیث میں فرق اور کبھی دونوں ایک، کبھی اصول و اصطلاحات محدثین سے ہٹ جانا، اور کبھی ان سے ہٹنا اور انہیں بدلنا منکرین حدیث کی جسارت، کبھی رجم کا انکار کہ غیر قرآنی ہے اور کبھی اقرار کہ یہ قرآن سے ثابت ہے وغیرہ وغیرہ۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

اصول اصلاحی:

حدیث اور سنت میں فرق

مولانا اصلاحی کہتے ہیں حدیث اور سنت میں آسمان و زمین کا فرق ہے اور دین میں دونوں کا مرتبہ و مقام الگ الگ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث: حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی قول یا فعل یا آپ کی کسی تصویب کی روایت کو کہتے ہیں۔ (صفحہ ۱۹)

خبر تواتر۔۔۔۔۔۔یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ خبر تواتر کا اسم تو موجود ہے لیکن ہمارے علم کی حد تک اس کا کوئی صحیح مسمّی موجود نہیں ہے۔ (صفحہ ۲۰)

ہمارے نزدیک وہ احادیث جنہیں خبر متواتر کہا گیا ہے تحقیق طلب ہیں۔۔۔۔ البتہ۔۔۔سنت کو تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ (صفحہ ۲۱)

حدیث و سنت کے فرق کا تجزیہ

جناب امین اصلاحی صاحب اپنے اس دعوی پر قائم نہیں رہ سکے کہ ان کی یہ کتاب ''ائمہ حدیث'' کی مستند کتب سے ماخوذ ہے کیوں نہ انہوں نے حدیث اور سنت کے اس ''زمین و آسمان'' کے فرق پر کسی بھی امام کا کوئی قول نقل نہیں کیا۔ اصطلاحات المحدثین کو بدل ڈالنے کو مولانا خود بھی منکرین حدیث کی جسارت قرار دیتے ہیں۔(دیکھیے مقدمہ تدبر قرآن) لیکن تدبر حدیث پڑھنے والے جانتے ہیں کہ مولانا کے یہ فتوے کی زد خود آپ پر پڑتی ہے۔

باقی رہا یہ دعوی کہ ''دونوں کا دین میں مقام و مرتبہ الگ الگ ہے۔ تو اس کی بھی کوئی دلیل انہوں نے ''ائمہ حدیث کی مستند کتب'' سے نہیں دی اور نہ خود ہی کوئی ''مقام و مرتبہ'' الگ الگ بیان کیا آخر کیوں؟

جب یہ تسلیم کر لیا کہ حدیث اس روایت کا نام ہے جس میں قول و فعل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان ہوا ہو تو پھر اسے سنت سے جدا کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ تو سنت ہی بیان کرتی ہے اور بس۔۔۔؟

ائمہ سلف صالحین نے حدیث و سنت میں ''اصطلاحاً'' اس طرح کا فرق کبھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا بلکہ دونوں کو مترادف اور ہم معنی کہا ہے۔ مثلاً امام ابن اثیر رحمہ اللہ سنت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اذا اطلقت فی الشرع فانما یراد بھا ما أمر بہ النبی ونھی عنہ وندب الیہ قولاً وفعلاً ۔۔۔۔۔ولھذا یقال فی ادلۃ الشرع الکتاب و السنۃ ای القرآن والحدیث'' (النہایۃ فی غریب الحدیث)

ترجمہ: ''شرع میں سنت سے مراد علی الاطلاق نبی مکرم کا حکم دینا،، منع کرنا اور آپ کا اپنے قول و فعل سے کسی کام کی ترغیب دلانا ہے۔۔۔ اسی لئے ادلہ شرعیہ میں کتاب و سنت کو رکھا جاتا ہے، یعنی قرآن و حدیث''

ڈاکٹر صبحی صالح رقم طراز ہیں کہ اگر ہم محدثین بالعموم اور متأخرین بالخصوص کی غالب رائے پر عمل کریں تو ہم حدیث و سنت کے الفاظ کو مترادف و مساوی پائیں گے۔ (علوم الحدیث نیز علوم الحدیث از عبد الرؤف ظفر)

امام ابن عبد البر، امام شاطبی اور امام ابن تیمیہ و ابن قیم رحمہم اللہ کی تحریروں میں بھی سنت و حدیث میں اس طرح کا کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا۔ شیخ مصطفی سباعی نے ''السنۃ و مکانتھا'' لکھ کر حدیث ہی کا دفاع کیا ہے جو بیّن دلیل ہے کہ سنت و حدیث میں کوئی فرق نہیں ہے۔

خبر تواتر کا فقط اسم مان کر مسمّٰی کا انکار در حقیقت اس طرف اشارہ ہے کہ موصوف کے ہاں جس طرح خبر واحد قابل حجت نہیں اگرچہ کثیر تعداد میں ہے اسی طرح خبر متواتر بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیوں کہ وہ ان کے ہاں خبر متواتر (ان کے اصولوں پر) ثابت ہی نہیں ہوتی۔ گویا کام ہو گیا نہ رہا بانس نہ بجے گی بانسری، گلو خلاصی ہو گئی۔ اب یہ دعوی کیسا ہو گا کہ ''قرآنی احکام کی تفصیل کے لئے سنت اور حدیث کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ (صفحہ ۳۳)

"جناب شیخ کا قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی"

حدیث کے ردو قبول کا پیمانہ کیا ہوا؟ جسے چاہا حدیث متواتر کہہ کر اس سے سنت ثابت کر دی اور جسے چاہا خبر آحاد کہہ کر رد کر دیا اور "ائمہ حدیث" کی مستند کتابوں سے کوئی حوالہ بھی اپنی تائید میں نہ دیا۔ اگر "محدثین" کے پیمانہ سے گزر کر تواتر کا درجہ پانے والی احادیث تحقیق طلب ہیں تو پھر کل کو قرآن کی قراءات متواترہ بھی تحقیق طلب ہو جائے گی۔ اور "ائمہ محدثین" کی مستند کتابوں سے دلیل کے بجائے اصول اصلاحی پیش کئے جائیں گے پھر کیا ہو گا؟ اصلاحی اور ان کے رفقاء کو یہ اختیار کس نے دیا کہ وہ اصول ائمہ حدیث کو چھیدتے رہیں اور اپنے مسموم نظریات کو "ائمہ حدیث" پر چسپاں کر کے انہیں اپنا ہمنوا ثابت کرتے رہیں۔ اگر بلا دلیل ہی یہ اختیار انہیں حاصل ہے تو پھر یہ اختیار کسی کو بھی حاصل ہو سکتا ہے اور پھر جو نتیجہ نکلے گا وہ ایسا ہو گا جیسے غلام احمد پرویز نے اپنی خود ساختہ اصطلاحات سے نظام ربوبیت، قانون خداوندی اور نہ جانے خود اللہ اور رسول کے کیا کیا معنی بیان کر دیئے اگر وہ اصطلاحات ائمہ و محدثین بدل کر منکرین حدیث قرار پاتے ہیں تو جناب اصلاحی کے اپنے الفاظ خود ان پر بھی صادق آتے ہیں کہ اصطلاحات کا بدلنا منکرین حدیث کی جسارت ہے۔

اگر خبر تواتر کا مسمیٰ[1] موجود نہیں تھا تو کیا ائمہ حدیث نعوذ باللہ پاگل تھے کہ انہوں نے پھر بھی متواتر کی اصطلاح بنا ڈالی؟

"سنت کو تواتر حاصل ہے" یہ جناب کا دعوی ہے مگر یہ تواتر ثابت کس طرح

---

(1) احادیث متواترہ میں سے چند ایک یہ ہیں فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرنا، جو اپنی شرمگاہ کو چھولے وہ وضو کرے، درمیانی نماز عصر ہے، جمعہ کے روز غسل کرنا وغیرہ وغیرہ۔ (تفصیل امہات الکتب میں دیکھئے)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گا۔ لوگوں کے عمل سے یا کسی مخصوص شخصیت کے عمل سے ؟ جب کہ موصوف کے ہاں بھی سنت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے قول و فعل تقریر و تصویب پر مشتمل ہے اور یقیناً سنت کا اصل مرجع وماخذ واحد شخصیت ہے اور وہ رسول مقبول ﷺ کی ذات والا صفات ہے تو پھر سنت میں یہ قید لگانا کہ یہ تواتر عملی سے ملی ہے۔ احادیث سے نہیں کس قدر تجاہل عارفانہ کی مثال ہے کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ یہ قید صحابہ کے لئے بھی تھی ؟ اگر تھی تو دلیل کیا ہے ؟ اور اگر نہیں تو پھر ان کے اور ہمارے معیار رد و قبول میں فرق کیوں؟ اگر روایات و احادیث سے سنت ثابت نہیں ہوتی تو موصوف بار بار معصومانہ انداز میں احادیث کے حوالے کیوں دیتے ہیں۔ (تفصیل آگے آرہی ہے)

موصوف نے زیر بحث مسئلے میں یا اس سے قبل کے مسئلے میں کسی بھی امام حدیث کی مستند کتاب سے کوئی حوالہ نقل نہیں کیا۔ تو ثابت ہوا کہ موصوف استاذ العلماء والمحدثین (الاحیاء والاموات) بنے ہوئے ہیں اور سب سے منفرد ہیں۔

اصلاحی صاحب کے ہاں تعریف سنت

سنت کے لغوی معنی ہیں واضح راستہ، مصروف راستہ، پٹا ہوا راستہ۔ آگے لکھتے ہیں: ہمارے زیر بحث اس وقت سنت نبی ﷺ ہے۔ یعنی وہ طریقہ جو آپ نے بحیثیت کامل نمونہ کے احکام و مناسک کے ادا کرنے اور زندگی کو اللہ تعالی کی پسند کے سانچہ میں ڈھالنے کے لئے عملاً اور قولاً لوگوں کو بتایا اور سکھایا۔ (صفحہ ۲۴)

منکرین سنت کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ کی حیثیت ایک خط پہنچا دینے والے قاصد کی ہے بالکل لغو اور بے بنیاد ہے۔

دین کا پورا اور مکمل ڈھانچہ سنت رسول سے کھڑا ہوتا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، اور دوسرے احکام و مناسک کا بنیادی حکم تو قرآن مجید میں دیا گیا ہے لیکن ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے کسی چیز کی جزئیات و تفصیلات نہیں بتائی گئیں۔۔۔۔

۔۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ قرآن سنت ہی سے واضح ہوتا ہے اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا: ''الا انی اوتیت القرآن ومثله معه''(ابوداؤد، کتاب السنه) آگاہ رہو میں قرآن دیا گیا ہوں اور اسی کی مانند اس کے ساتھ اور بھی۔ پس جس طریقہ سے قرآن واجب ہے اسی طریقہ سے سنت بھی واجب ہے۔۔۔ (صفحہ ۲۶،۲۷)

ایک ہی معاملے میں سنت مختلف ہو سکتی ہے۔ (صفحہ ۳۰)

ہمارے نزدیک یہی صورت آمین بالجہر اور آمین بالسر کی اور ہاتھ باندھ کر یا ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی بھی ان میں سے ہر ایک سنت ہونے کے امکانات و قرائن بلکہ دلائل موجود ہیں۔۔۔۔ (صفحہ ۳۱)

اصلاحی تعریف سنت کا تجزیہ:

موصوف اصلاحی صاحب نے (اللہ کا شکر ہے کہ) سنت کے لغوی معنی نہیں بدلے۔ مگر اصطلاح میں خود ساختہ معنی لینا جناب کی مجبوری ہے اور اسے قول و فعل میں محصور کرنا بھی ان کی بڑی اہم مجبوری ہے جس کو (ہم) اپنی کم علمی کے باعث شاید سمجھ نہیں پاتے۔

مگر قول و فعل اور اسوہ حسنہ کی قید سے عقیدہ، ایمانیات، وغیرہ کو خارج کر دینا کسی ''ائمہ حدیث کی مستند کتب'' سے ثابت ہے؟ تو پھر جناب اس مسئلے میں منفرد ہوئے نا۔۔۔۔ ایک طرف تو قول و فعل میں سنت کو محصور کر دیا اور دوسری طرف لکھ دیا کہ سنت سے مکمل دین کا ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے اور مزید لکھا ہے قرآن سنت سے ہی واضح ہوا عجیب تضاد ہے یا تجاہل عارفانہ یا پھر جناب ''دروغ گوار حافظہ نہ باشد'' کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ کیا مکمل ڈھانچہ بلا عقیدہ و ایمان کے ہو گا؟ کیا قرآن جو سنت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے واضح سے ہو اس میں عقیدہ و ایمانیات نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو اصلاحی قید کہ سنت قول و فعل میں محصور ہے سراسر باطل ہے جس کی تردید جناب کے قلم نے خود ہی کر دی ہے۔ فافهم

اور یہ تو ہر صاحب علم جانتا ہے کہ دین اسلام نام ہی عقیدہ توحید کا ہے جس کی وضاحت ''الانبیاء اخوۃ العلات و دینھم واحد'' میں موجود ہے۔ نہ جانے کیسا ''مکمل'' دین موصوف اور ان کے حواری سنبھال کر بیٹھے ہیں جس میں نہ عقیدہ توحید ہے، نہ ایمان بالرسالت ہے، نہ ایمان بالملائکہ والقدر ہے، اور نہ ایمان بالآخرہ ہے نہ عقیدہ عذاب قبر ہے، نہ عقیدہ نزول مسیح ہے اور نہ عقیدہ ظہور مہدی ہے۔ کیوں کہ عقیدہ تو سنت سے ملتا ہی نہیں وہ تو صرف قول و فعل اور عملی زندگی کا نام ہے۔

اور یہ بھی خوب کہ قرآن سنت سے واضح ہوتا ہے، اور سنت کی دلیل حدیث سے دی کہ ''اوتیت القرآن۔۔۔۔''[1] کیوں کیا تواتر عملی سے یہ سمجھ نہیں آتا؟ اور سنت تو حدیث سے اخذ ہی کی جاتی کما مر۔۔۔ اب ان عبارتوں میں کس قدر تضاد ہے کوئی بھی صاحب عقل کم از کم جناب اور ان کے حواریوں کو عقل مند تو نہیں کہے گا۔

منکر سنت کو لغو اور بے بنیاد گفتگو کرنے والا تو کہہ دیا مگر خود کتنی سنتوں کے منکر ہیں کبھی سوچا؟ خود نے سنت کو جو خود ساختہ معنی پہنائے ہیں وہ کس ائمہ حدیث کی مستند کتاب سے لئے ہیں کیا اس حرکت سے سنتوں کا انکار لازم نہیں آتا؟ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ سنت سے عقیدہ و عمل دونوں کا اثبات کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

([1]) یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا موصوف کی ذکر کردہ روایت خبر متواتر ہے؟ اگر ہے تو تواتر کا مسمی مل گیا اور اگر نہیں تو خبر واحد ہوئی مگر اس کی قبولیت کی تین شرطیں موصوف نے لکھی ہیں وہ اس روایت میں کہاں ہیں؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فعليكم بسنتي۔۔۔ فيشمل ذلك التمسك بما كان عليه هو وخلفاؤه الراشدون من الاعتقادات والاعمال والاقوال وهذه هي السنة الكاملة لهذا كان السلف قديماً لا يطلقون اسم السنة الاعلى ما يشمل ذلك كله۔۔۔

(جامع العلوم والحکم)

ترجمہ:"حکم رسول کہ (تم میری سنت لازم پکڑو) شامل ہے، اعتقادات، اعمال میں اس (کامل ومکمل) تمسک کو جو نبی مکرم اور آپ کے اصحاب سے معمول بہ ہے۔یہی کامل سنت ہے اور اسی لئے قدیم سلف صالحین لفظ سنت کا اطلاق ان تمام باتوں پر کرتے تھے۔(عقیدہ، قول، عمل)

سنت کے بارے میں یہ لکھنا کہ اس کا مرجع احادیث نہیں تواتر عملی ہے، اس میں بھی موصوف سارے ائمہ حدیث سے منفرد اور شاذ شخصیت دکھائی دیتے ہیں اس مسئلہ میں بھی ان کے پاس "ائمہ حدیث کی مستند کتب" سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ احادیث قطعی نہیں ہیں اور سنت قطعی ہے تو پھر سنت ایک ہی مسئلہ میں الگ الگ کیسے ہو جاتی ہے؟ یہ معمہ بھی موصوف کی وفات کے بعد ان کے حواری اور شاگرد رشید ہی حل کر سکیں گے۔

غیر قطعی حدیث سے تواتر عملی کی حجیت کی دلیل (جو قطعی ہے) کیسے مل جاتی ہے یہ گورکھ دھندا سمجھ میں نہیں آتا خود لکھتے ہیں کہ تواتر عملی سے مراد نبی ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین اور صحابہ کا عمل ہے اور اس کی دلیل "فعلیکم بسنتی۔۔۔" سبحان اللہ !اب شاید یہ حدیث قطعی ہو گئی۔ مگر دلیل کیا ہے؟ کسی امام حدیث نے اپنی مستند کتاب میں لکھا ہو جس سے "مبادی تدبر حدیث"(جناب کے زعم میں)ماخوذ ہے۔

موصوف منکر سنت سے شکوہ کرتے ہیں جب سنت نہیں تو قرآن کیوں حجت ہے؟ مگر ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ میں اور ان میں کیا فرق ہے؟ ذرا یہ کسی ائمہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی مستند کتب سے دکھادیں۔

جب سنت کا معنیٰ ہی خود ساختہ (اصطلاحاً) بنالیا تو اب اسے ماناگھر کی لونڈی بنانے کے مترادف ہے جب چاہا جیسے چاہا جدھر چاہا گھمادیا، اور بس! نہ جانے قرآن جو سنت سے واضح ہوتا ہے موصوف کے ہاں کیسے حجت بن گیا؟ کیوں کہ سنت تواتر عملی پر موقوف ہے اور تواتر عملی کی دلیل حدیث ''فعلیکم بسنتی'' ہے۔ جو موصوف کے ہاں قطعی نہیں ہے اگر یہ قطعی نہیں تو پھر سنت کی قطعیت کا دعویٰ بے کار ہے اور پھر یہ کہنا بھی ''کہ قرآن سنت سے واضح ہوتا ہے'' دیوانے کی بڑ کے سوا کچھ نہیں۔ واللہ المستعان

آمین بالجہر وبالسر، ہاتھ باندھنا، نہ باندھنا اگر ہر عمل سنت ہے، سنت ہونے کا امکان ہے اور قرائن ودلائل بھی اس کے ہیں تو اب اس صورت میں یہ ''دعویٰ طفلیہ'' کرنا کہ سنت قطعی ہے، ذہنی فتور و دماغی انتشار و فکری تضاد کے سوا کچھ نہیں۔ ہر عاقل و فہیم اس دعویٰ کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ مزید یہ کہ اس دعویٰ کی دلیل بھی درکار ہے کہ کسی ''امام حدیث نے اپنی مستند کتاب'' میں لکھا ہو۔

ہمیں یقین ہے کہ موصوف اس وسعت ظرفی کے باوجود ساری زندگی ''مروجہ فقہ'' کی پابندی کرتے ہوئے اسی کی طرز پر نماز[1] پڑھتے رہے ہوں گے، جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی کیپٹن مسعود احمد عثمانی وغیرہ کہ دوسروں پر تنقید کرتے ہوئے انہیں کبھی اپنے دامن پر تقلید کی نجاست نظر نہیں آئی۔

دلائل و قرائن کی بات کر کے موصوف نے یہ مان لیا کہ ''تواتر عملی'' بھی مختلف ہوتا ہے اور ایک ہی وقت میں جدا جدا دکھائی دیتا ہے اب نہ جانے یہ تواتر عملی

([1]) اور شاید اس طرح نماز پڑھنا بھی جناب کی اہم مجبوری ہے کیوں؟ حقیقتاً موصوف نے اس کتاب میں فقہ حنفی کو فی کی ہی ترجمانی کی ہے۔ کما لا یخفی علی اھل العلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین و صحابہ کے عمل میں محصور رہا یا بر صغیر پاک و ہند کے ہر ایرے غیرے نتھو خیرے سے بھی ملنا شروع ہو گیا۔ اس کا فیصلہ موصوف کے حواری ہی کر سکیں گے۔

بہر حال اس بحث میں یہ ثابت ہو گیا کہ موصوف کی ''مبادی تدبر حدیث'' (جسے مبادی تمسخر حدیث کہنا چاہیئے) کسی بھی ''امام حدیث کی مستند کتاب'' سے ماخوذ نہیں، بلکہ موصوف کی تجدد پسندی نے ان کے افکار کو ''اضغاث احلام'' کا لبادہ اوڑھا کر یہ باور کروا دیا کہ موصوف بہت ہی قابل ذہین فطین اور علمی صلاحیتوں سے بھرپور شخصیت ہیں جو ائمہ محدثین کرام کی بھی اصلاح کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

''اخوف ما اخاف علی امتی منافق علیم اللسان یجادل بالقرآن''

(جامع بیان العلم ابن عبد البر)

''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اس منافق کے مسلط ہو جانے کا خوف و خطرہ ہے جو قرآن کو دلیل بنا کر جھگڑا کرے گا اور انتہائی چرب زبان ہو گا''

اصول اصلاحی:

قرآن اور حدیث و سنت کا باہمی تعلق

لکھتے ہیں: قرآن اور حدیث و سنت میں نہایت گہرا باہمی تعلق ہے ان کا معنوی تعلق روح اور قالب کا اور ظاہری تعلق اجمال و تفصیل کا ہے۔ دونوں دین کے قیام کے لئے یکساں ضروری ہیں۔ دونوں کا اتباع اور احترام یکساں واجب ہے۔

قرآن نے دین کے کلیات اور اصول و مبادی پر جامع بحث کی ہے۔ لیکن کسی باب میں بھی تفصیلات اس میں نہیں ملتیں۔ ان کے لئے سنت اور حدیث کی طرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع کرنا پڑتا ہے۔ (صفحہ ۳۳)

آپ ﷺ نے جو کچھ لوگوں کو بتایا اور سکھایا اس کو آپ کے فرائض نبوت سے نہ تو خارج کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا درجہ اصل کتاب کے مقابل میں گرایا جا سکتا ہے۔۔۔ (صفحہ ۳۴)

جس طرح نبی ﷺ نے احکامی آیات کے اجمالات کی وضاحت فرمائی اسی طرح حکمت کے دقیق اشارات قرآن میں ہیں ان کی بھی وضاحت فرمائی۔ یہی چیز ہے جس کی بابت نبی ﷺ نے فرمایا:

"الا انی اوتیت القرآن۔۔۔۔۔" (الکفایہ)

"دیکھو مجھے قرآن دیا گیا اور اس کی مثل اور بھی"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سنت مثل قرآن ہے، سنت اپنے ثبوت میں بھی ہم پایہ قرآن ہے قرآن امت کے قولی تواتر سے ثابت ہے اور سنت عملی تواتر سے۔۔۔(صفحہ ۳۵)

اصول اصلاحی کا تجزیہ

مذکورہ باب قائم کر کے موصوف نے "حدیث اور سنت" کو باہم مترادف قرار دے دیا ہے، اور ان کے درمیان "زمین و آسمان" کے فرق کو مٹا دیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نئے زاویہ کو صحیح مانا جائے یا اس سے قبل کو دلیل کس پر ہے؟ تو پھر اپنی "مبادی تدبر حدیث" (مبادی تمسخر حدیث) کو مکمل طور سے "ائمہ حدیث کی مستند کتابوں" سے ماخوذ کہنا کس قدر جسارت ہے۔

اگر دونوں میں "زمین و آسمان" کا فرق ہے اور دین میں دونوں کا مقام و مرتبہ "الگ الگ" ہے تو اس باب نمبر ۲ کے تحت وہ ختم کیسے ہو گیا۔ کیا موصوف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدّث و ملہم من اللہ ہیں۔

حدیث و سنت کو ایک ہی معنی میں لے کر یہ کہنا کہ قرآن کیساتھ ان کا باہمی گہرا تعلق ہے۔ سوال یہ ہے کہ کس طرح؟ جب یہ لکھا جا چکا کہ حدیث غیر قطعی اور سنت و قرآن قطعی ہے تو پھر قطعی اور غیر قطعی آپس میں کس طرح باہم گہرا تعلق رکھ سکتے ہیں؟ موصوف یہاں "ائمہ حدیث کی مستند کتابوں" کی طرف لوٹ گئے ہیں نہ جانے دانستہ یا نادانستہ طور پر؟

قرآن اور حدیث و سنت! موصوف کی پچھلی گفتگو اور تحریر سے تین چیزیں قرار پاتی ہیں مگر یہاں جا بجا لکھا ہے یہ دونوں۔۔۔۔ یہ دونوں۔۔۔ گویا حدیث و سنت ایک ہی ہے اور قرآن (دوسر چیز) مل کر دونوں حجت بن گئے، واجب الاِتباع ہو گئے اور ان میں کوئی "زمین و آسمان" کا فرق نہیں رہا۔ الحمد للہ

"مولانا کا کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے"

کسی نے بھی بطور اصطلاح کے حدیث و سنت میں کوئی فرق ذکر نہیں کیا، بلکہ شیخ مصطفیٰ سباعی مرحوم لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔ اس تعریف کے لحاظ سے بعض محدثین کے نزدیک حدیث اور سنت دونوں ایک ہی چیز ہیں" (السنہ و مکانتہا مترجم)

موصوف (اصلاحی صاحب) لکھتے ہیں قرآنی احکام کی تفصیل کے لئے حدیث و سنت کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

یقیناً اب مولانا صاحب (اپنے دعوی کے بر خلاف) حدیث و سنت میں فرق کرنے کے بالکل خلاف ہو گئے ہیں بلکہ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ قرآنی احکام کی تفصیل حدیث و سنت میں ملتی ہے اور اگر انہیں حجت نہ مانا جائے تو قرآن کا بھی انکار لازم آتا ہے اور یہی وہ عقیدہ ہے جو تمام "ائمہ حدیث کی مستند کتب" میں موجود ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امید ہے کہ مولانا کے حواری بھی ان کے اس قول کی پاسداری کریں گے، اور حدیث و سنت میں کوئی فرق نہیں کریں گے۔ مولانا کا یہ لکھنا کہ ’’آپ ﷺ نے جو کچھ لوگوں کو بتایا اور سکھایا۔۔۔ اس کا درجہ اصل کتاب کے مقابل میں نہیں گرایا جا سکتا‘‘۔

بالکل صحیح ہے اور یہی حدیث و سنت کا مقام ہے اسی کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا کے پسندیدہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ’’الکفایہ‘‘ میں باب قائم کیا ہے ’’ما جاء فی التسویة بین حکم کتاب اللہ وحکم سنة رسول اللہ فی وجوب العمل ولزوم التکلیف‘‘ یعنی کتاب اللہ کا حکم اور رسول اللہ کی سنت کا حکم عمل کے وجوب اور لزوم تکلیف میں برابر ہے۔

آگے پھر خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کے حق میں دلائل جمع کئے ہیں اور تواتر عملی نہیں بلکہ احادیث نقل کی ہیں اور ان احادیث میں مسئلہ رجم کی حدیث بھی نقل کی ہے اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ مسئلہ بھی حقیقتاً قرآن کی تفصیل میں شامل ہے، اور عملی اعتبار سے واجب العمل ہے۔

نیز حسان بن عطیہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ جبریل قرآن کی مثل سنت بھی لے کر نازل ہوتے تھے۔ اب دیکھیں مولانا[1] اور ان کے حواری اپنے اس مؤقّف پر قائم رہتے ہیں یا نہیں کہ قرآن اور حدیث و سنت یہ دونوں (تینوں نہیں) ایک ہی چیز ہیں اور ان کا معنوی تعلق روح اور قالب کا ہے۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے بھی ’’جامع بیان العلم‘‘ میں ایک باب قائم کیا ہے ’’موضع السنة من الکتاب وبیانہا لہ‘‘ اور قرآن و سنت کے باہمی ربط و حجیت کو

([1]) مولانا تو چلے گئے ہیں اب حواری ہی بچے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت کیا ہے مزید یہ کہ حدیث و سنت میں کوئی فرق نہیں رکھا بلکہ سنت کی دلیل روایت حدیث ہی کو بنایا ہے۔

آگے مولانا نے حدیث ''الا انی اوتیت القرآن۔۔۔'' نقل کر کے مزید اس بات کو تقویت دی ہے کہ حدیث و سنت میں کوئی فرق نہیں نیز یہ کہ اس میں قرآن کی تفصیل و دقیق اشارات کی توضیح ہے اور یہ مثل قرآن کے واجب الاتباع ہے۔ ہمیں مولانا کے اس مؤقف سے پوری طرف اتفاق ہے۔ اگر مولانا قائم رہیں مگر۔۔۔ ھیھات۔۔۔۔ اور یہاں مثل قرار دینا چہ معنی دارد۔ شاید موصوف اپنے اس مؤقف سے بھی پھر گئے ہیں کہ سنت صرف عملی چیزوں کا نام ہے عقیدہ و ایمانیات کو اس میں دخل نہیں۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟ کیا پچھلا مؤقف کسی ''امام حدیث کی مستند کتاب'' سے ماخوذ نہیں تھا؟ اگر ان سے ماخوذ تھا تو اس سے رجوع کیسا اور کیا اب بھی یہ کتاب (مبادی تدبر حدیث) ان کی مستند کتب سے ماخوذ ہی شمار ہو گی؟

اگر پہلا مؤقف درست ہے تو دوسرا غلط اور اگر دوسرا صحیح ہے تو پہلا غلط اسی طرح قرآن و سنت کو باہم ایک دوسرے کے مثل قرار دینا بھی غلط (اس مؤقف کو آگے پیچھے کرنا ہو گا کیا خیال ہے؟

''لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا''

گویا مولانا اور ان کے حواریوں کو یہ ماننا پڑے گا کہ ''سنت'' سے بھی عقیدہ و ایمانیات کی بحث حاصل ہوتی ہے کیوں کہ قرآن میں بھی یہ مباحث موجود ہیں اور سنت قرآن کی مثل ہے اور یہی وہ عقیدہ ہے جو ''ائمہ حدیث کی مستند کتابوں'' سے ماخوذ ہے۔ اور امت مسلمہ کا چودہ سو سال سے اس پر اجماع ہے۔

مولانا کا سنت کو باعتبار ثبوت کے بھی قرآن کے ہم پایہ قرار دینا صحیح ہے مگر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولی تواتر کو قرآن کے ساتھ کر دینا اور عملی تواتر کو سنت کے ساتھ کر دینا محل نظر ہے۔ کیوں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قول و فعل کا تضاد کوئی عیب نہیں جب کہ قرآن یہ کہتا ہے "لم تقولون مالا تفعلون" جو قول ہو وہی فعل ہونا چاہیئے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر قول کا اقرار ہی عمل کی ترغیب دیتا ہے اور عملی زندگی قول کی تائید ہوتی ہے اور اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے تو پھر یہی مؤقف سامنے آئے گا کہ سنت و قرآن میں فرق ہے۔ خواہ قولی و عملی ہی ہو اور موصوف سنت و قرآن کو ہر طرح واجب الاتباع اور باہم ایک دوسرے کے ہم مثل قرار دے چکے ہیں۔

اور یہ بھی اہل علم و بصیرت پر مخفی نہیں کہ جمع القرآن کے وقت زبانی قرءات (جو حفظ تھی سینے میں) اور جو تحریر تھی قرطاس میں دونوں کو طلب کر کے باہم موازنہ کر کے حتمی شکل میں "الامام" میں ضبط کیا گیا تھا۔ گویا قولی تواتر کافی نہ تھا۔ فافهم

قرآن کو صرف قولی تواتر سے ماخوذ قرار دینا مولانا کے مبلغ علم کی نقاب کشائی ہے۔ امام ابو عمر الدانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "التیسیر" میں قراء سبعہ کی سندات کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے یہ قراءات کس طرح اخذ کی تھیں۔ فلیراجع

اور سنت کو تواتر عملی کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا بھی عجیب منطق ہے جب کہ موصوف پہلے یہ اقرار کر چکے ہیں کہ تواتر عملی سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے خلفاء راشدین اور صحابہ کا عمل ہے کہ دین کا مرکز یہی ہے، اور یہ بات کہاں سے ملی خود لکھتے ہیں کہ " فعلیکم بسنتی " اس کی دلیل ہے اور زیر نظر سطر میں موصوف نے حدیث و سنت کے "زمین و آسمان" کے فرق کو ختم کر دیا ہے۔ لہذا یہ خود ساختہ قید کہ "قرآن تواتر قولی سے اور سنت تواتر عملی سے" ماخوذ ہے اس پر مزید یہ کہ اس قید کی کوئی بھی دلیل کسی بھی "امام حدیث کی مستند کتاب" سے منقول نہیں۔ پھر بھی یہ دعوی کہ "میری کتاب ان کی مستند کتب سے ماخوذ ہے اور میں اس میں منفرد نہیں ہوں"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعویٰ محض ہے۔ قولی اور عملی فرق کے قید کے باوجود یہ لکھنا کہ (سنت اپنے ثبوت میں قرآن کے ہم پایہ ہے) ذہنی انتشار و خلفشار کی نشاندہی ہے اور باہم متناقض ہے۔

قرآن و سنت کو تواتر عملی اور تواتر قولی کے حوالے کر دینا حقیقتاً ان احادیث و سنن کا انکار ہے جو مستند کتب احادیث و سنن میں منقول ہیں اور بقول مولانا کے اگر سنت کا انکار صحیح ہے تو پھر قرآن کے ماننے کے بھی کوئی وجہ نہیں۔

اصول اصلاحی:

قرآن اور حدیث و سنت کے بارے میں غیر متوازن خیالات کا آغاز کس طرح ہوا؟

مولانا اس عنوان کے تحت رقم طراز ہیں۔۔۔ ”صدر اول میں روایت حدیث کی روز افزوں مقبولیت کی وجہ سے لوگوں نے بلا تحقیق حدیثیں بیان کرنا شروع کر دیں تو ضعیف احادیث کے توغل نے بعض محتاط لوگوں کے اندر حدیث بیزاری کا رجحان پیدا کر دیا“۔۔۔ پھر سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک شخص کا مکالمہ کا ذکر کیا ہے اور حوالہ ”الکفایہ“ کا دیا ہے۔ (صفحہ ۳۵،۲۶)

”حدیث بیزاری“ کا رد عمل، دوسری طرف ایک گروہ پر ”قرآن بیزاری“ کی شکل میں ہوا اور اس کے اندر حدیث کے غلو نے یہ شکل اختیار کر لی کہ بعض لوگوں نے اس کو اعلانیہ قرآن پر ترجیح دینی شروع کر دی۔ چنانچہ مکحول کا ایک قول منقول ہے کہ: سنت جتنی قرآن کی محتاج ہے اس سے زیادہ قرآن سنت کا محتاج ہے۔ (الکفایہ)

۔۔۔سوچنے کی بات ہے کہ اگر قرآن نہ ہو تو سنت کیا کرے گی؟ اس کی عمارت کس چیز پر استوار ہو گی؟ سنت کی اساس تو بہر حال قرآن مجید ہی ہے اس کے بغیر سنت کھڑی نہیں ہو سکتی۔۔۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔۔۔ اور ہم دونوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکساں محتاج ہیں۔ (صفحہ ۳۸)

موصوف کے غیر متوازن خیالات کا تجزیہ

مولانا نے تسلیم کر لیا ہے کہ صدر اول میں حدیث روز بروز مقبولیت کے مدارج طے کر رہی تھی۔ اب مولانا کے ہاں شاید حدیث کو یہ مقام حاصل نہ ہو کیوں کہ ان کے پہلے مؤقف کے مطابق حدیث سنت کا بھی ماخذ نہیں بن سکتی تو گویا مولانا کا مؤقف کہ حدیث و سنت میں "زمین و آسمان" کا فرق ہے اور حدیث بھی سنت کا ماخذ و مرجع نہیں۔ صدر اول کے مؤقف کے خلاف ہے وہاں اس قسم کی تفریق موجود نہیں تھی۔ صدر اول سے کیا مراد ہے؟ تو مولانا نے خود ہی صحابی رسول عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی محفل کا ذکر کر کے قرون اولیٰ یعنی صحابہ کے عہد کو صدر اول قرار دیا ہے۔ اور اس میں حدیث بہت مقبول تھی(اور متواتر و آحاد کی تفریق بھی نہ تھی)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صحابہ کرام بھی (نعوذ باللہ) بلا تحقیق حدیثیں بیان کرتے تھے؟ یہ حکم شاید صرف مولانا اور ان کے حواری ہی لگا سکتے ہیں۔ جنہیں نہ خوف الٰہی دامن گیر ہے اور نہ ہی اپنے خیالات کے لئے کسی امام حدیث کی مستند کتاب کی ضرورت۔

ہمیں تو آج ہی معلوم ہوا ہے کہ خود کو "اہل السنہ" کہلوانے والے بھی صحابہ سے عداوت رکھتے ہوئے انہیں ضعیف حدیث کا توغل مچانے والا قرار دے سکتے ہیں!! مگر شاید موصوف اس مسئلے میں منفرد ہیں "فمالھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثا"

موصوف کی دھاندلی کی اور حدیث دشمنی کی انتہا دیکھیں کہ صحابہ کو کیا قرار دیا اور معترض علی الحدیث مجہول الحال (منکر حدیث) کو محتاط لوگوں میں شامل کر دیا۔ [1]

---

(1) قد بدت البغضاء من افواھھم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”تلك اذا قسمة ضیزیٰ“

حالانکہ سیدھی سی بات ہے جو حدیث کی روایت میں محتاط ہو گا وہ حدیث سے بیزار نہیں ہو گا، مگر مولانا کی عجیب منطق ہے کہ ایک طرف ”مجہول شخص“ کو محتاط قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف اسے حدیث سے بیزار گردانتے ہیں گویا موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے حواری احتیاط برتتے ہوئے حدیث سے بیزار رہتے ہیں۔فقاتلهم الله انى يؤفكون

مولانا نے ”مجہول شخص“ جو حدیثوں پر معترض اور موصوف کے الفاظ میں احتیاطی بیزار“ تھا کے قصے سے جو کچھ مفہوم اخذ کیا ہے وہ مفہوم نہ صاحب ”الکفایہ“ نے اخذ کیا ہے اور نہ ہی صاحب ”الموافقات“ یعنی امام شاطبی و صاحب ”جامع بیان العلم“ یعنی امام ابن عبدالبر نے۔ بلکہ انہوں نے اس شخص کو حدیث پر اعتراض کرنے والا اور صحابی رسول عمران رضی اللہ عنہ بن حصین کو مدلل انداز سے حدیث کا دفاع کرنے والا ثابت کیا ہے اور ساتھ ہی حدیث و سنت کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

صاحب ”الکفایہ“ نے اس قصہ کو باب ”تخصيص السنن لعموم محكم القرآن و ذكر الحاجة فی المجمل الى التفسير والبيان“ میں نقل کیا اور اس قصے سے متصل ہی ایوب سختیانی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”جب تم کسی شخص سے سنت کی بات کرو اور وہ کہے چھوڑو اسے ”قرآن سے نصیحت کرو“ تو جان لو وہ شخص (منکر سنت) ضال مضل ہے“۔ یہ قول مذکورہ قصے کی وضاحت و صراحت کرتا ہے کہ وہ معترض محتاط بالحدیث نہیں بلکہ منکر حدیث و سنت تھا۔

اب نہ جانے موصوف اس کا دفاع کر کے اور صحابہ پر ضعیف حدیثوں کا توغل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مچانے کا الزام لگا کر عوام کو کیا کہنا چاہتے ہیں[1]۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اس قصہ کو اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضله" میں "باب موضع السنة من الكتاب وبيانها له" میں ذکر کیا ہے جو اپنے مفہوم میں اور ہمارے (اس شخص کے بارے میں) مؤقف کی تائید میں بالکل واضح ہے جبھی تو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اسے "انك امرؤ احمق" کا خطاب دیا تھا۔

اسی طرح امام شاطبی رحمہ اللہ اور ڈاکٹر صبحی صالح کی کتب بھی مسئلہ ھذا کی تفہیم میں رہنمائی کر سکتی ہیں۔

دوسری بات جو موصوف نے لکھی ہے کہ "قرآن بیزاری کی شکل میں۔۔۔" تو پہلے تو ہم یہ غور کر لیں کہ موصوف قرآن سے بیزار کسے قرار دے رہے ہیں اور کیوں؟

مولانا کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ حدیث سے "احتیاطی بیزاری" کے رد عمل میں "قرآن سے بیزاری" سامنے آئی اور اس کی دلیل امام[2] مکحول و دیگر ائمہ حدیث کے وہ اقوال ہیں جن میں سنت کو قرآن پر حاکم و قاضی قرار دیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں ہم یہ عرض کریں گے کہ یہ مؤقف جو موصوف نے زبردستی کچھ اقوال و واقعات سے اخذ کیا ہے سراسر غلط فہمی، اور عداوت ائمہ حدیث میں گھڑا گیا ہے اور بات کو کیا سے کیا بنا دیا گیا ہے۔

پہلی بات محتاط لوگوں کو حدیث سے بیزار قرار دینا ان کی خود ساختہ ترجمانی ہے اور ان پر الزام کے مترادف ہے اور اگر وہ واقعی محتاط بالروایہ تھے تو پھر انہیں حدیث

([1]) شاید اپنے اکابرین کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے بہت سے صحابہ کو غیر فقیہ قرار دیا ہوا ہے۔

([2]) گویا ائمہ حدیث کو موصوف نے قرآن بیزار قرار دیا ہے۔ معاذ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بیزار کہنا انہیں کفر کی دلدل میں دھکیلنا ہے جو کم از کم مولانا جیسے "محتاط" شخص کو زیب نہیں دیتا۔

قرآن سے بیزاری کا لطیفہ بھی خوب لکھا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ قرون اولیٰ کے علمی و عملی دور میں کوئی ہمارے بے علمی و بے عملی دور کی طرح کا طرز عمل اختیار کرے کہ تُو ایسا کرے گا تو میں ایسا کروں گا۔ سمجھ آسکتا ہے؟ بہت ہی مشکل بات ہے، اُس دور میں ایسا نہیں ہو سکتا۔

اور پھر یہ بھی بہت ہی بڑا سنگین الزام ہے جو ائمہ حدیث پر موصوف نے "محتاط" انداز میں لگایا ہے، کیا کسی کے ایک قول کو لے کر اسے قرآن بیزار قرار دیا جا سکتا ہے تو پھر سنیں موصوف خود بھی قرآن بیزار ہیں کہ انہوں نے بھی یہ لکھا ہے کہ اگر سنت کا انکار صحیح ہے تو قرآن کے ماننے کی بھی کوئی وجہ نہیں اور یہ بھی لکھا کہ قرآن تو سنت سے ہی واضح ہوتا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

سونے پہ سہاگہ یہ کہ موصوف اس مؤقف میں کسی "امام حدیث کی مستند کتاب" سے کوئی بات نقل نہ کر سکے کہ ائمہ حدیث بھی قرآن بیزار ہوتے تھے۔ "نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات" اگر قرآن کو سنت کا محتاج کہنا مبالغہ آمیزی و قرآن بیزاری ہے تو موصوف نے جو لکھا ہے کہ "قرآن تو سنت سے ہی واضح ہوتا ہے" اس کا کیا بنے گا۔ یہی کہ موصوف خود ہی اپنے فتوے کی زد میں آئیں گے اور "قرآن بیزار" قرار پائیں گے۔

اس بحث میں سب سے مزید ار جو بات ہے وہ یہ ہے کہ مولانا ام مکحول پر غصہ اتارتے اتارتے ایک مرتبہ پھر حدیث و سنت کے "زمینی و آسمانی" فرق کو بھلا بیٹھے۔ بات حدیث کی کرتے ہیں اور حوالہ "السنہ" کا نقل کرتے ہیں اور پھر ستم یہ کہ صاحب "الکفایہ" نے خود بھی اس سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا کہ یہ قرآن بیزاری اور مبالغہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمیزی پر مبنی ہے اور مولانا پھر ایک مرتبہ ”منفرد“ ہو گئے۔

خطیب بغدادی کی تبویب سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان اقوال سے مراد یہ ہے کہ سنت قرآن کی تشریح و تبیین کرتی ہے اور بس۔

بالکل اسی طرح کی بات امام شاطبی نے کی ہے کہ ” سنت قرآن پر قاضی“ سے مراد اس کا قرآن پر مقدم ہونا نہیں بلکہ فقط مفسر و مبین ہونا ہے۔ (الموافقات)

لہٰذا موصوف کا ائمہ حدیث کو قرآن بیزار کہنا انتہادرجہ کی جسارت ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

آگے جو موصوف نے رسول اللہ ﷺ کے اللہ تعالیٰ پر حاکم ہونے کی بات کی ہے یہ صرف الفاظ سے کھیلنے والی بات ہے اور عوام کالانعام کے جہالت سے لبریز خیالات و جذبات کو ابھارنا مقصود ہے کہ وہ موصوف کے مؤقف کو صحیح باور کر لیں۔

ہمارا موصوف کے مرنے کے بعد انکے حواریوں سے یہ سوال ہے کہ یہ خود ساختہ معنی جو قول مکحول وغیرہ سے آپ کے امام نے اخذ کیا ہے اس کی دلیل کسی ”امام حدیث کی مستند کتاب“ سے پیش کریں، تاکہ مولانا کا یہ دعویٰ باطل ہونے سے بچ جائے کہ میری اس کتاب میں، میں منفرد نہیں ہوں۔ بلکہ تمام تر اصول و مبادی ”ائمہ حدیث کی مستند کتب“ سے ماخوذ ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام شاطبی رحمہ اللہ و امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ و دیگر ائمہ حدیث نے ”السنة قاضية على الكتاب“ وغیرہ کی جو وضاحت کی ہے وہ آپ کے ہاں قابل قبول ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو بات ختم اور اگر نہیں تو ان کی کتابوں سے حوالے نقل کر کے انہیں خود ساختہ معنی پہنانا کہاں کی دیانت ہے؟

اگر اس قول سے آپ کے امام صاحب کا مذکورہ مؤقف نکلتا ہے تو پھر ان کے اس قول سے کیا مراد لیا جائے گا کہ ”قرآن تو سنت سے ہی واضح ہوتا ہے“؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز یہ بھی دیکھ لیں غور کرلیں کہ قرآن کریم کا مرجع وماخذ قلب رسول اطہر ہے یا نہیں؟ پہلے رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے یا آپ پر نازل شدہ قرآن؟ اگر قرآن مجید نازل نہ ہوتا اور آپ ﷺ کو رسول مان لیا جاتا(جس طرح کے اب مانا گیا) تو آپ کی شخصیت اور اقوال و عمل کا کیا مقام ہوتا؟ وہ حجت ہوتے یا نہیں؟

اصول اصلاحی

اگر قرآن نہ ہو تو سنت کیا کرے گی؟۔۔۔موصوف کی اس مذکورہ عبارت میں یہ دکھائی دیتا ہے کہ وہ سنت جس سے مکمل[1] دین کا ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے وہ سنت جس سے قرآن واضح ہوتا ہے اب اس کے لئے پیمانہ قرآن کو بنایا جارہا ہے گویا موصوف ایک مرتبہ پھر اپنے مؤقف سے پھر گئے ہیں۔

"سنت کیا کرے گی" یہ سوال تو سنت کی تعریف میں ہی حل ہو جاتا ہے کہ سنت قول و فعل رسول اللہ ﷺ کا نام ہے۔کیا اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو کتاب دی تھی کہ ان کی سنت کو اساس مل جائے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو قابل قبول نہیں کیوں کہ قرآن کے خلاف ہے اور اگر جواب نفی میں ہے تو ثابت ہوا پیغمبر کو اپنی سنت کے لئے کتاب اللہ کی اساس کی ضرورت نہیں وہ خود بنفسہ حجت و دلیل ہے۔

قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انبیاء کا انحصار ساری عمر اپنی سنت پر ہی رہا۔کیوں کہ ان کا عمل دینی اعتبار سے من جانب اللہ وحی ہوتا ہے۔سورہ نساء میں ہے:

"إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ" (النساء۱۶۳)

([1]) یہ الفاظ موصوف ہی کے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف (وحی) کی......."

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء کی وحی سے تشبیہ دی گئی ہے، اس میں سیدنا ابراہیم اور سیدنا مسیح اور داؤد علیہم السلام کے سوا باقی کسی نبی کے متعلق کسی کتاب کا ذکر نہیں[1]۔ ان کی وحی از قسم سنت ہی تھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی کو جب وحی جلی اور خفی دونوں سے تشبیہ دی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ آپ پر دونوں قسم کی وحی نازل کی گئی ہے۔

علامہ موسیٰ جار اللہ نے فرمایا تھا:

''فالسنن فی الشرائع والقوانین اصل الاصول وھی فی شرع الاسلام اصل اول بین الاصول الاربعة والكتاب الكريم يؤيد الاصل الاول ويثبته''

(کتاب السنة، بحوالہ حجیت حدیث از مولانا محمد اسمعیل سلفی)

ترجمہ: "سنن، شرائع اور قوانین الٰہی میں اساس ہیں اور شریعت اسلامیہ میں ادلہ اربعہ میں سے سنت دلیل اول ہے اور قرآن مجید اس اصل اول (دلیل اول) کی تائید کرتا ہے، اس کا اثبات کرتا ہے"

امام شافعی رحمہ اللہ اور امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ وغیرہ نے جو ابواب قائم کیے ہیں کہ "عموم قرآن کی تخصیص و تحدید اور خصوص قرآن کی تعمیم حدیث و سنت کر سکتی ہے" اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سنت بنفسہ حجت قطعیہ ہے اور اسے (ہر ہر مسئلہ میں) کتاب اللہ کی اساس کی ضرورت درکار نہیں ہوتی۔ مولانا موصوف بھی سنت کی قطعیت کے قائل ہیں مگر یہاں اسے قرآن کے بغیر کھڑا نہ کر سکنے کی وجہ سے ایک مرتبہ پھر اپنا

---

(1) لہٰذا سنت کے لئے "کتاب" کی اساس فراہم کرنا بلا دلیل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤقف بدل گئے اور قطعیت سنت جس سے قرآن بھی واضح ہوتا ہے اس کا انکار کر بیٹھے اور گویا ان کے لئے (اپنے الفاظ میں) اب قرآن کو ماننے کی بھی کوئی وجہ نہیں رہی۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے "جامع بیان العلم" میں ایسے واقعات نقل کئے ہیں جن سے حدیث و سنت کی مستقل حجیت واضح ہوتی ہے چاہے اس میں بیان کردہ مسئلہ قرآن میں ہو یا نہ ہو۔

اب دیکھتے ہیں مولانا کے حواری اس کا کیا جواب دیتے ہیں کہ یہ سنت ابن عبد البر نے کہاں کھڑی کی ہو گی؟

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے "اعلام الموقعین "میں "زیادۃ السنۃ علی القرآن وحکمھا" کا باب قائم کر کے ایسے لوگوں کا رد کیا ہے جو سنت میں وارد احکام کی اساس قرآن میں تلاش کرتے ہیں اور اسے قرآن سے زائد بتلا کر رد کر دیتے ہیں۔

اور پھر اپنے مؤقف کی وضاحت میں "السنۃ مع القرآن علی ثلاثہ اوجہ" اور انواع دلالۃ السنۃ الزائدۃ عن القرآن" اور "بیان الرسول علی انواع" اور "تخصیص القرآن بالسنۃ جائز" وغیرہ کے عنوان قائم کر کے بھرپور تفصیل سے ثابت کرتے ہیں کہ سنت بنفسہ حجت ہوتی ہے اور بسا اوقات قرآن سے زائد بھی ہوتی ہے۔ اور ایک جگہ لکھتے ہیں:

"واین قال رسول اللہ اذا جاء کم حدیثی زائدا علی ما فی کتاب اللہ فردوہ ولا تقلبوہ فانہ یکون نسخا لکتاب اللہ؟۔۔۔۔ کیف یسوغ رد سنن رسول اللہ بقواعد قعدتموھا انتم و آبائکم ما انزل اللہ بھا من سلطان؟"

مفہوم یہ ہوا کہ سنت زائد علی القرآن بھی دکھائی دے تو اس کے رد کی کوئی دلیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں[1] بلکہ وہ بنفسہ حجت ودلیل ہے باقی سب قواعد خود ساختہ ہیں جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اسی طرح کی بات امام شاطبی نے "الموافقات" میں کی ہے۔

موصوف کے پہلے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف سنت کو "منزل من اللہ" نہیں سمجھتے اور اسے قرآن مجید کی اساس قرار دیتے ہیں مگر کیا کہیۓ کہ خود آگے لکھتے ہیں: یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔۔۔ اور ہم دونوں کی یکساں محتاج ہیں۔

اب کسے مانیں اور کسے نہ مانیں کہ جناب شیخ کا قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی؟

اگر سنت "منزل من اللہ" نہیں ہے تو پھر موصوف کے ہاں مثل قرآن حجت کیسے ہو گئی؟ اور اگر "منزل من اللہ" ہے (جیسے کہ موصوف کو بھی اقرار ہے) تو پھر وہ قرآن کی اساس کی محتاج کیوں؟ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت ایک مستقل مطاع کی ہے جس کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے اور بس۔

"مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَ" (النساء:۸۰)

"رسول کی اطاعت ہی تو اللہ کی اطاعت ہے"

کیا ہم سوال کر سکتے ہیں کہ "سنت کی اساس قرآن ہے" اس مؤقف پر جناب کے پاس" ائمہ حدیث کی مستند کتب" سے کیا دلیل ہے؟ یا پھر وہ اس میں ایک مرتبہ پھر منفرد ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا"

(النساء۱۱۵)

---

[1] بشرطیکہ وہ سند صحیح ومعتبر ثابت شدہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبیل المومنین کی مخالفت خود رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے، اور اس مخالفت کا نتیجہ جہنم میں داخلہ ہے۔

اصول اصلاحی:

حدیث و سنت قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی

اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ امت مسلمہ میں ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے غالی فتنہ پردازوں کے مقابل میں امت کی ہمیشہ صحیح راستے کی رہنمائی کی ہے۔۔۔''

حدیث کے سب سے بڑے راز داں اور سب سے بڑے خادم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں۔۔۔ انہوں نے اس سلسلے میں صحیح نقطہ نظر واضح فرمایا۔

ان سے سوال کیا گیا (اس قول سے متعلق) کہ ''السنة قاضية على الكتاب'' تو انہوں نے فرمایا بھئی یہ کہنے کی میں جسارت نہیں کر سکتا۔ سنت تو قرآن کی تفسیر کرتی، اس کی تعریف کرتی اور اس کی مجمل باتوں کی وضاحت کرتی ہے۔ (الکفایہ، صفحہ ۳۹)

یہ سوال بالکل خارج از بحث ہے کہ کوئی حدیث یا سنت قرآن کی ناسخ ہو سکے۔ سنت اور حدیث کی اہمیت مسلم ہے لیکن ان کے قرآن پر حاکم ہونے کا دعویٰ باطل ہے۔

اس میں (یعنی حدیث میں) ضعف کے اتنے پہلو موجود ہیں کہ اس کا قرآن جیسی قطعی الدلالۃ چیز کو منسوخ کر دینا بالکل خلاف عقل ہے۔ (صفحہ ۴۰)

سنت اگرچہ ان کمزوریوں سے محفوظ ہوتی ہے لیکن وہ قرآن کے کسی حکم کی ناسخ اس وجہ سے نہیں ہو سکتی کہ پیغمبر ﷺ کو یہ حق سرے سے حاصل ہی نہیں تھا کہ آپ قرآن کے کسی حکم میں سر مو تبدیلی کر سکیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓ" (یونس ۱۵)

"کہہ دو مجھے کیا حق ہے کہ میں اس میں اپنے جی سے ترمیم کر دوں"

ناسخ اور منسوخ دونوں قرآن میں موجود ہیں۔ (صفحہ ۴۰)

نسخ القرآن بالحدیث کا تجزیہ:

مذکورہ قلمی موشگافی کے ضمن میں ہماری یہ عرض ہے کہ موصوف نے خود کو منفرد رکھتے ہوئے قول امام احمد سے خود ساختہ معنی کشید کر لیا ہے اور دیگر تمام ائمہ حتی کہ خود صاحب "الکفایہ" (جنہوں نے یہ قول اور دیگر اقوال نقل کئے ہیں) سبھی ہی کو "غالی فتنہ پرداز" قرار دے دیا ہے، اور غالباً یہ انہی کی جسارت منہ زور ہے کہ جو دل میں آئے لکھ مارا اور یہ نہ دیکھا کہ اس "جسارت" کے غلاظت مغلظہ کہاں کہاں جا پڑتی ہے۔

صاحب "الکفایہ" نے قول بھی باب "تخصیص السنن لعموم محکم القرآن وذکر الحاجۃ فی المجمل الی التفسیر والبیان" میں نقل کیا ہے جس سے خود بخود صاحب کتاب کے ہاں اس کا معنی متعین ہو جاتا ہے، اور کسی اصلاحی کی اصلاح کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ہاں بھی صرف الفاظ ہی کا فرق ہے ورنہ وہ بھی اسی بات کے قائل ہیں جس کے ہمیشہ سے اہل علم قائل رہے ہیں۔ اور پھر "السنۃ قاضیۃ علی الکتاب" وغیرہ کا معنی امام شاطبی وغیرہ نے متعین کر کے وہی بتایا ہے کہ سنت قرآن کی تعریف، تبیین اور تفسیر کرتی ہے اور بس۔ موصوف نے بلا دلیل ہی امام احمد رحمہ اللہ کے قول کو "صحیح نقطہ نظر" قرار دے دیا ہے اور دیگر ائمہ کو "غالی فتنہ پرداز" جب کہ موصوف اس مسئلے میں بھی کسی امام کی مستند کتاب" سے کوئی بات نہ نقل کر سکے۔ آخر کیوں؟ کیا موصوف ہر مؤقف میں "منفرد"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟ مگر وہ خود کو منفرد ماننے کو تیار بھی نہیں۔فیاللعجب

موصوف یہ لکھنے کے بعد بھی کہ "سنت[1] سے قرآن واضح ہوتا ہے "سنت سے ہی پورا مکمل دین کا ڈھانچہ بنتا ہے "کیا امام احمد رحمہ اللہ کے قول میں موجود اس جملے پر غور نہیں کریں گے کہ سنت "تعرف الکتاب" کتاب کی تعریف کرتی ہے، تعارف کرواتی ہے۔

اس پر اگر موصوف غور کر لیتے تو سمجھ لیتے کہ قرآن کے تعارف میں بھی اصل سنت ہی ہے ،اب اس کا مقام کیا ہو گا یہ بالکل واضح ہے کہ "السنة قاضية على الکتاب" امام احمد رحمہ اللہ نے صرف اس لفظ سے احتراز کیا۔

موصوف کا یہ لکھنا کہ یہ سوال ہی بالکل خارج از بحث ہے کہ کوئی۔۔۔تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام احمد کے مذکورہ قصے میں جو سوال تھا وہ نسخ القرآن بالحدیث والسنہ سے متعلق تھا؟ اگر نہیں تو پھر موصوف نے اس سے استدلال کیوں کیا؟ جب سوال تھا ہی نہیں تو خارج از بحث ہی ہوا موصوف نہ جانے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ شاید حدیث و سنت کے مقام کو کم کرنا چاہتے ہیں، جو کہ موصوف کے ہاں بھی "منزل من اللہ" ہے۔

سنت و حدیث کے قرآن پر حاکم ہونے پر جو موصوف نے اعتراض کیا ہے اس کا جواب ہم زیر نظر سطور میں اور اس سے قبل کی تحریر میں (الحمدللہ) دے چکے ہیں۔

حدیث میں ضعف کا دعویٰ کر کے موصوف نے سنت اور حدیث کو ایک مرتبہ پھر الگ الگ قرار دے کر زمین و آسمان کا فرق واضح کر دیا ہے۔شاید موصوف بھول کر ایک مرتبہ پھر اپنا مؤقف بدل چکے ہیں۔

موصوف کا اعتراض بے موقع و بے محل ہے کیوں کہ بات ضعیف حدیث سے ہی متعلق نہیں بلکہ صحیح حدیث سے متعلق کرنا ہے اور ہر صاحب علم جانتا ہے کہ ضعیف

[1]) اس قول سے جناب خود بھی غالی فتنہ پرداز قرار پاتے ہیں۔فافھم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی کیا حیثیت ہے اور صحیح کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ موصوف کے ہاں شاید حدیث صرف ضعیف ہی ہوتی ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ کبھی کبھی سنت کے قائم مقام کیسے ہو جاتی ہے؟ قرآن کی تفصیل میں اس کی طرف رجوع کیوں کیا جاتا ہے؟

یہ بھی خوب لکھا کہ حدیث سے قرآن کا نسخ خلاف عقل ہے۔ مثلاً کس طرح؟ شاید موصوف کے حواری اس کی کوئی وضاحت کر سکیں، مگر وضاحت کرتے ہوئے یاد رہے کہ آپ کے امام موصوف نے قرآن اور حدیث و سنت دونوں کو اللہ کی جانب سے (نازل شدہ) تسلیم کیا ہے۔

جہاں تک عقل کا مسئلہ ہے تو یہ بھی جناب ہی بتا دیتے کہ کس کی عقل جو کسی مسئلے میں ائمہ حدیث" سے "منفرد" نہ ہوں ان کی، یا کہ ہر کسے باشد کی؟

بس موصوف کا اعتراض اتنا ہی ہوا کہ نسخ القرآن بالحدیث والسنہ عقل کے خلاف ہے، نہ قرآن کے خلاف، نہ حدیث و سنت کے خلاف اور نہ "ائمہ حدیث کی کسی مستند کتاب" کے خلاف۔ سبحان اللہ! سنت کو کمزوریوں سے پاک قرار دے کر بھی مولانا اسے نہیں مانتے، کیوں؟ حدیث میں تو چلو ضعف تھا مگر یہاں کیا ہے[1]؟ اور ایک مرتبہ پھر سمجھ آیا کہ سنت و حدیث میں "زمین و آسمان" کا فرق ہے؟

لکھتے ہیں: پیغمبر علیہ السلام کو سرے سے یہ حق حاصل ہی نہیں تھا کہ وہ قرآن کے کسی حکم میں سر مو تبدیلی کر سکیں اور دلیل:

''قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓ '' الایہ

اب یہ عجیب منطق والٹی گنگا ہے کہ مولانا کبھی قرآن کو سنت کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں اور کبھی سنت کو قرآن کی اساس کا محتاج بنا ڈالتے ہیں، دلیل مانگو تو کوئی نہیں

(1) یہ خود ساختہ موقف تا قیامت متزلزل رہے گا۔ ان شاء اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اپنی عقلیات کے گھوڑے دوڑاتے دکھائی دیتے ہیں۔

"نسخ کا معنی تبدیلی" یہ بھی محل نظر ہے۔ اور جب سنت کو یہ اختیار ہے کہ وہ قرآن کی تعریف و تعارف پیش کر سکتی ہے تو پھر نسخ کا اختیار اس سے چھیننا کس دلیل سے ہے۔ سنت جتنا چاہے قرآن بیان کرے ہمیں کیا معلوم ہمارا مرجع و ماخذ تو صرف سنت ہی ہے اور موصوف بھی مانتے ہیں کہ قرآن تو سنت ہی سے واضح ہوتا اور سنت کمزوریوں سے پاک بھی ہے۔

پیش کردہ آیت دلیل بنتی ہی نہیں کیوں کہ اس میں "من تلقاء نفسی" کی قید ہے جو نفسانی اختیار ختم کرتی ہے نہ کہ اللہ کا دیا ہوا اختیار۔ وہ اختیار تو رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔ اسی آیت میں ہے "ان اتبع الا ما یوحی الی" میں جو بھی کرتا ہوں (باعتبار دین کے) وہ اللہ کی وحی ہے اور بس۔ ترتیب مصحف میں فاتحہ کو مقدم کرنا اور علق کو مؤخر کرنا ترمیم و تبدیلی ہے یہ اسی وحی کے اختیار دینے سے کی تھی۔ فافہم

اب اس اختیار میں ناسخ و منسوخ بھی ہے، تعریف و تعارف بھی اور تبیین و تشریح بھی۔ موصوف کو رسول اللہ ﷺ سے یہ اختیارات چھیننے کا کوئی اختیار نہیں ہے، الا یہ کہ دائرہ اسلام سے ہی نکل جائیں۔ اعاذنا اللہ منه

علماء سلف صالحین نے نسخ القرآن بالسنہ کے بجائے "سنت سے قرآن کے حکم کی تحدید و تخصیص" کے عنوانات اپنی اپنی کتابوں میں قائم کئے ہیں، مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ نے "الرسالہ" میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے "الکفایہ" میں اور امام شاطبی رحمہ اللہ "الموافقات" وغیرہ میں۔ نیز امام ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی "اعلام الموقعین" میں اسی طرح باب قائم کیا ہے۔

بعض علماء نے اسی سے نسخ القرآن بالسنۃ پر بھی استدلال کیا ہے، کیوں کہ لفظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"نسخ"، کئی معنوں کا متحمل ہے۔ جس کے مفہوم میں تحدید و تخصیص بھی آتی ہے۔ شیخ مصطفیٰ سباعی مرحوم نے فقہائے احناف کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ نسخ القرآن بالسنۃ کے قائل ہیں اور "لا وصیۃ لوارث" (الحدیث) وغیرہ ان کی دلیل ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۰ اور سورہ نساء کی آیت ۱۵ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ بعض صورتوں میں حدیث و سنت کو قرآنی حکم کی تحدید و تخصیص کرنے والی کے ساتھ ساتھ ناسخ بھی تسلیم کیا جائے۔ واللہ اعلم

نیز مولانا کا ناسخ و منسوخ کو مطلقاً صرف قرآن میں محصور کر دینا بھی محل نظر ہے۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ قرآن و سنت دونوں کے مطالعہ سے ہی ناسخ و منسوخ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں ہے۔

اصول اصلاحی:

کیا قرآن کے کسی حکم کی تخصیص حدیث و سنت سے ہو سکتی ہے؟

اس عنوان کے تحت مولانا لکھتے ہیں: "قرآن کا کوئی عموم محدود و ممیز ہو جائے اور کوئی ایسی چیز شامل نہ ہو کہ لفظ کے مفہوم اور آیت کے منشا کے خلاف ہو تو تخصیص حدیث و سنت اور قیاس و اجتہاد سے بھی ہو سکتی ہے اور اگر ایسی کوئی چیز نکل جاتی ہے، جو لفظ کے مفہوم میں واضح طور پر شامل ہے۔ اور اس کے لئے بالکل الگ حکم بیان ہوتا ہے تو یہ تخصیص نہیں بلکہ نسخ ہے اور نسخ کا اختیار پیغمبر کو حاصل نہیں۔ پہلی تخصیص کی مثال یہ ہے کہ چوری پر قطع ید کے عام حکم کی تخصیص رُبع دینار والی روایت سے کی گئی ہے۔ (متعلقہ آیت سورہ مائدہ آیت ۳۸ ذکر کی ہے۔ اور اس کی تخصیص کی روایت ابو داؤد کتاب الحدود سے تحریر کی ہے) (صفحہ ۴۱)

قطع ید کا حکم تو عام ہے لیکن حدیث نے اس کو یوں کر دیا کہ اس پر رُبع دینار کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قید عائد کر دی۔ یہ تخصیص لفظ "سارق" کے صحیح مفہوم کی جو آیت میں مراد ہے وضاحت ہے۔

اصل یہ ہے کہ ہر عموم کے لئے کچھ فطری قیدیں اور تخصیصات ہوتی ہیں، جو عموم کی مقترن اور ہمزاد ہوتی ہیں۔ مثلاً آیت توریث اپنے حکم میں عام ہے۔

(سورہ النساء آیت ۱۱)(صفحہ ۴۲)

عموم کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر باپ اپنے بیٹے کا اور ہر بیٹا اپنے باپ کا وارث ہو لیکن اس کے اندر یہ تخصیص مضمر ہے کہ اختلاف دین کی صورت میں یہ عموم باقی نہیں رہے گا، اس مضمر حقیقت کو نبی ﷺ نے یوں کھول دیا:

"لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم"

(صحیح بخاری، کتاب الفرائض)(صفحہ ۴۴)

یہی صورت چوری پر قطع ید کے حکم کے عموم کی ہے۔۔۔ لیکن اس عموم کے اندر یہ مضمر ہے کہ چور عاقل و بالغ ہو۔۔۔۔ یہ ساری باتیں اس عموم کے اندر روز اول سے مضمر ہیں جن کو روایت اور فقہا کے اجتہادات سے واضح کر دیا۔ (صفحہ ۴۵)

تحدید و تخصیص القرآن بالسنۃ کا جائزہ

موصوف نے زیر نظر عنوان میں تحدید و تخصیص القرآن بالسنہ کے سلسلے میں کچھ محدودات و مخصوصات کو نسخ کے کھاتے میں ڈال دیا ہے۔ ان کا یہ بلا دلیل انداز ہے اور کسی بھی "امام حدیث کی مستند کتاب" سے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ گویا اس طرح مولانا نے مسائل شریعت کو اور اس کے ماخذ و مصدر (قرآن و سنت) کو گھر کی لونڈی بنا لیا ہے، جس پر وہ اپنے خود ساختہ اصولوں کی مشق ستم جاری رکھتے ہیں، اور بسا اوقات مخصصات کو نسخ القرآن بالسنہ کا غیر شرعی سرٹیفکیٹ دے کر اس کے منکر ہو جاتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا شاید "مزاج شناس" قرآن ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، اور ان کے فہم کے مطابق یہ ڈگری خود پیغمبر علیہ السلام کو بھی حاصل نہیں تھی۔ نعوذ باللہ من ذالك

جناب کو وہ قرائن و مضمرات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیصات و تحدید میں بھی نظر نہیں آئے جو خود کو اپنی عینک سے قرآنی احکام میں دکھائی دے رہے تھے۔ لہٰذا جناب نے سنت کو منزل من اللہ مان کر بھی اسے اپنے ہاتھ ہی میں رکھا کہ بوقت ضرورت خود ساختہ قوانین و قواعد سے اس کی بخیہ گیری کر سکیں اور اس طرح مولانا یہ باور کراتے رہے کہ سنت کے اختیارات کی حد بندی کا ملکہ حقیقتاً مولانا موصوف کے پاس ہی رہا۔ اب اس سے بڑھ کر اور گمراہی و کج فکری کیا ہو سکتی ہے قطع ید و مسئلہ میراث میں تو سنت کی تحدید و تخصیص کو مان لیا اور مسئلہ رجم میں انکار کر دیا آخر کیوں؟

کیا دونوں مسئلے سنت میں نہیں ہیں؟ کیا ایک مسئلہ تحدید و تخصیص کا حکم لگا کر مان لینا اور دوسرے کو ناسخ القرآن کا فتویٰ دے کر اس سے منکر ہو جانا کسی "امام حدیث کی مستند کتاب" سے ثابت ہے؟

ایک مسئلہ میں قرائن و مضمرات کا مل جانا اور دوسرے میں اندھے پن کا مظاہرہ کرنا ہی مبادی تدبر حدیث ہے؟ مولانا کی یہ تقسیم بے دلیل ہے اور ان کے منکر سنت و حدیث ہونے کی نشاندہی ہے کہ منکرین حدیث بھی اپنے مقصد کے لئے حدیث کو استعمال کرتے ہیں۔

اگر قرینہ و قیاس اور مضمرات نہیں ہیں تو دونوں پر نہیں اور اگر ہیں تو دونوں پر ہیں۔ مولانا کا فرق کرنا خود ساختہ قانون و قاعدہ ہے جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

لفظ "سارق" میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کی طرف مولانا نے اشارہ کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحدید و تخصیص اس میں مضمر معنی کی وجہ سے تھی، بلکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود شارح کتاب اللہ ہیں، اور آپ کے فرامین از خود حجت و دلیل ہیں۔ اسی سے آپ نے قرآنی آیت میں بیان کردہ حکم کی تخصیص کی ہے۔ اسی طرح مسئلہ وراثت ہے جس کی تحدید و تخصیص کا کوئی قرینہ و مضمرات نہیں ہیں۔ بلکہ صرف پیغمبر علیہ السلام کا فرمان عالی شان ہے جو "وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی" کا مصداق ہے، اور اسی اتھارٹی کو نبی ﷺ نے استعمال کرتے ہوئے "الزانیۃ والزانی" کو غیر شادی شدہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ (بحوالہ صحیح بخاری)

اب مولانا نہ جانے فرامین پیغمبر (حدیث و سنت) کو کیا مقام دیتے تھے، جو قرائن و مضمرات کا سہارا لے کر بخاری و مسلم جیسی احادیث کا بھی انکار کر بیٹھے۔

مولانا نے باب تو حدیث و سنت سے تخصیص کا قائم کیا ہے اور بحث کرتے ہوئے نہ صرف حدیث و سنت کا فرق بھول گئے بلکہ لکھ دیا کہ ہر عموم کے لئے کچھ فطری قیدیں اور تخصیصات ہوتی ہیں جو عموم کی مقترن و ہمزاد ہوتی ہیں۔ سبحان اللہ! اگر عموم کی تخصیص فطرت سے ہی ہونی تھی تو پھر حدیث و سنت کا عنوان ہی بالکل بے کار ہے، اور حدیث و سنت کی تخصیصات قابل قبول ہیں تو پھر فطری قید کا کوئی فائدہ نہیں کہ حجت تو حدیث ہی ہے۔ مولانا کے جانے بعد قیامت تک ان کے حواری نہ تو سارق و قطع ید کی فطری ہمزاد و مقترن بالعموم قیدیں بیان کر سکتے۔ اور نہ ہی مسئلہ توریث کی۔ ان شاء اللہ۔ یہ مسئلہ صرف حدیث ہی سے ثابت ہے جو مولانا کو قبول نہیں۔ اب مولانا منکرین حدیث کی صف میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ انجام نہ جانے کیا ہوا ہو گا؟

عموم کے مضمرات کو کھولنے کا مولانا نے ایک اور نسخہ بتایا ہے وہ ہے فقہا کا اجتہاد۔ اب نہ جانے وہ خود بھی اس میں شامل ہیں یا نہیں؟ یہ فیصلہ تو ہم باانصاف قارئین پر چھوڑتے ہیں اور سر دست سوال کرتے ہیں کہ پھر حدیث و سنت کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخصیصات کا عنوان قائم کرنے کا کیا فائدہ؟ کیا مولانا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حدیث و سنت، فطرت اور فقہا کے اجتہادات سب برابر ہیں، "منزل من اللہ" ہیں، واجب الاتباع ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالك

دوسری مثال میں مولانا سورہ نور کی ایک آیت میں بحث کرتے ہوئے تخصیص کو نسخ قرار دیتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ "الزانیة والزانی" میں غیر شادی شدہ کا تصور کہاں سے حائل ہوتا ہے؟ کوئی قرینہ بھی موجود نہیں؟

تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ مولانا اس بحث میں کھل کر اپنے منکر سنت ہونے کا عندیہ دے رہے ہیں اس لئے وہ یہ سوال کر رہے ہیں، کیا یہ حقیقت نہیں کہ مسئلہ قطع ید، مسئلہ توریث میں بھی کوئی قرینہ نہیں ہے مگر مولانا کو وہ تسلیم ہے، کیوں؟

کیا نبی ﷺ کا بیان آجانے کے بعد بھی قرینہ لانا ضروری ہوتا ہے[1] تو پھر سنت کا مقام (جو مولانا کو بھی تسلیم ہے کہ قرآن اسی سے واضح ہوتا ہے اور اس کا انکار قرآن کا انکار ہے) کہاں گیا؟ مولانا کے خود ساختہ قواعد کی بھینٹ چڑھ گیا؟

کیا موصوف اتنے ہی بے علم و نا فہم تھے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ شادی شدہ کا زنا بڑا جرم ہے بنسبت ایک غیر شادی شدہ کے۔ کیوں کہ اول الذکر محل قضا شہوۃ رکھتا ہے جب کہ ثانی الذکر کے ہاں ایسا نہیں۔ مولانا اس (رجم) کو قرآن کا ناسخ گردانتے ہیں۔ واللہ اعلم یہ کیسا استدلال ہے حالانکہ حدیث صرف شادی شدہ زانی کے رجم کا حکم بیان کرتی ہے جب کہ قرآنی حکم جو جلد (کوڑے) لگانے پر مشتمل ہے علی حالہ باقی رہتا ہے۔ فیا للفهم والعقول

آگے جو مولانا نے مخصص و مخصص کی بحث میں شرائط فقہا کی بات کی ہے تو یہ

([1]) بشرطیکہ وہ اصول حدیث کی روشنی میں صحیح طور پر ثابت ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی مولانا کا خود ساختہ قاعدہ ہے جس پر ان کے پاس کسی بھی "امام حدیث کی مستند کتاب" سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

ذیل میں ہم ائمہ حدیث و دیگر اہل علم کی تحریروں سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جس میں ائمہ سلف صالحین سے مقام سنت، تحدید و تخصیص قرآنی بذریعہ سنت، حجیت سنت بنفسہ اور تبیین و تشریح سنت للقرآن وغیرہ کا بیان ہو گا، اور اسی کی روشنی میں مولانا امین اصلاحی کے مؤقف کی کمزوری واضح ہو گی۔ ان شاء اللہ۔

(۱) امام خطیب بغدادی:

امام صاحب "الکفایہ" میں باب قائم کرتے ہیں کہ "وجوب عمل اور لزوم تکلیف میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے حکم میں کوئی فرق نہیں"۔ پھر اس عنوان کے تحت احادیث و آثار نقل کرتے ہیں جن میں بسا اوقات قرآنی آیات سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے جو حدیث نقل کی ہے وہ "اوتیت القرآن۔۔۔۔" والی ہے۔ جس میں گھریلو گدھے اور کچلیوں والے درندوں کی حرمت کا ذکر ہے جو کہ قرآن میں نہیں ہے۔ کچھ آگے چل کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ رجم (شادی شدہ کے لئے) حق ہے اور یہ حکم کتاب اللہ میں ہے۔ بظاہر یہ بھی قرآن میں نہیں۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قصہ نقل کیا ہے کہ "ما آتاکم الرسول فخذوہ" سے پیغمبر علیہ السلام کی ہر بات کا حجت ہونا لازم ہوتا ہے۔

اب مولانا امین احسن صاحب کے ہاں تو "حدیث عمر" نعوذ باللہ 'بیہودہ' ہے۔
(دیکھئے تدبر قرآن سورہ نور کی تفسیر)

گویا مولانا رجم کے منکر ہیں۔ صاحب "الکفایہ" کے خلاف ہیں اور ساتھ ہی اپنے مؤقف کے بھی خلاف ہیں۔ لکھتے ہیں رجم قرآن سے ثابت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(دیکھئے سورہ نور کی تفسیر از مولانا موصوف)

اور مولانا خوارج کا مؤقف بھی رکھتے ہیں، لکھتے ہیں کہ خوارج رجم کے منکر تھے۔

(تدبر قرآن)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ باب "تخصیص السنن لعموم محکم القرآن وذکر الحاجۃ فی المجمل الی التفسیر والبیان" قائم کرتے ہیں اور اس میں مسئلہ توریث، مسئلہ قطع ید وغیرہ بیان کر کے عنوان کو واضح کرتے ہیں۔ مگر مولانا کی طرح نہ تو فطری قید کی بات کی ہے نہ مضمرات وغیرہ کی اور نہ ہی مخصصات کو نسخ وغیرہ کی تقسیم سے گزرا ہے۔

(۲) امام ابن قیم:

"اعلام الموقعین" میں باب قائم کرتے ہیں "تخصیص القرآن بالسنہ جائز" مسئلہ توریث (لا یرث المسلم الکافر) مسئلہ قطع ید وغیرہ بیان کر کے اپنے عنوان کی وضاحت کرتے ہیں، عنوان "بیان الرسول علی انواع" کے تحت لکھتے ہیں کہ سنت زائد علی القرآن بھی ہو سکتی ہے مگر اسے نسخ نہیں کہا جاتا ہے۔

'السنۃ مع القرآن علی ثلاثۃ اوجہ' کے تحت لکھتے ہیں:

"بل احکام السنۃ التی لیست فی القرآن لم تکن اکثر منھا لم تنقص عنھا فلو ساغ لنا رد کل سنۃ زائدۃ کانت علی نص القرآن لبطلت سنن رسول اللہ کلھا الا سنۃ دل علیھا القرآن وھذا ھو الذی اخبر النبی بانہ سیقع ولا بد من وقوع خبرہ"

ترجمہ: "وہ احکام سنت جو قرآن مجید میں نہیں وہ اگر قرآن مجید سے زیادہ نہیں تو کچھ کم بھی نہیں ہیں۔ اگر ہمارے لئے ہر اس سنت کو جو زائد علی القرآن ہے رد کر دینا جائز ہوتا تو (تقریباً) تمام سنتیں ہی ختم ہو جاتیں۔ سوائے ان سنتوں کے جو قرآن سے ثابت ہوتیں اور یہ تو وہی (رد سنت کا عمل) ہے جس کے واقع ہونے کی خبر نبی مکرم نے دی تھی سو یہ واقع ہو چکا ہے"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'زیادۃ السنۃ علی القرآن وحکمہا' کے تحت لکھتے ہیں:

''ولو کان کل ما أوجبتہ السنۃ ولم یوجبہ القرآن نسخا لہ لبطلت اکثر سنن رسول اللہ ودفع فی صدورھا واعجازھا۔۔۔قال رسول اللہ انی قد خلفت فیکم شیئین لن تضلوا بعدھما کتاب اللہ وسنتی ولن یتفرقا حتی یرد اعلی الحوض فلا یجوز التفریق بین ما جمع اللہ بینھما ویرد احدھما بالآخر'' (اعلام)

ترجمہ: ''اگر یہ مان لیا جائے کہ جو چیز حدیث سے واجب اور قرآن سے واجب نہیں وہ قرآن کی ناسخ ہے تو اکثر سنتیں باطل ہو جائیں گی اور سر پیر سے اکھڑ جائیں گی۔۔۔۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں تم میں دو چیزیں اپنے بعد چھوڑ کر چلا ہوں، ان دونوں کے ہوتے ہوئے تم گمراہ نہ بنو گے، اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گی، یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گی، کتاب اللہ اور میری سنت پس جن دو چیزوں کو اللہ نے جمع کیا ہے ان میں جدائی حرام ہے، ایک سے دوسری کو رد کرنا بھی حرام ہے''

(۳) امام شافعی:

امام شافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الرسالۃ'' میں باب قائم کرتے ہیں ''ما نزل عاما دلت السنۃ خاصۃ علی أنہ یراد بہ الخاص'' اور اس عنوان کی توضیح کرتے ہوئے مسئلہ توریث، مسئلہ قطع ید وغیرہ کی مثال دے کر ثابت کرتے ہیں کہ سنت قرآنی احکام کی تحدید و تخصیص کرتی ہے۔ پھر ''الزانیۃ والزانی'' والی آیت لکھ کر لکھتے ہیں کہ:

''فلما رجم رسول اللہ الثیب من الزناۃ ولم یجلدہ: دلت سنۃ رسول اللہ علی ان المراد بجلد المائۃ من الزناۃ: الحران البکران''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ”پس جب رسول اللہ ﷺ نے شادہ شدہ زانی کو بلا جلد (کوڑے) کے رجم کیا تو ثابت ہوا کہ سو (۱۰۰) کوڑے کی سزا مارے جانے والے زانی آزاد و کنوارے ہیں نہ کہ شادی شدہ“

اب مولانا موصوف کی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ حدیث ناسخ القرآن دکھائی دی اور نہ ہی اسے انہوں نے فطری قیود مضمرات کی خود ساختہ کسوٹی سے گزارا۔

امام شافعی رحمہ اللہ جسے تحدید و تخصیص سمجھتے ہیں موصوف اسے ناسخ قرآن سمجھ بیٹھے ہیں جو کہ موصوف کے منفرد فی الاصول ہونے کی دلیل ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرائض منصوصہ کے ساتھ بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت لگی ہوئی ہے جس کی مثال وضو اور غسل وغیرہ کا طریقہ ہے۔

مولانا موصوف کے ہاں تو قرآن ہی کسوٹی و اساس سنت ہے جب کہ امام شافعی کے ہاں سنت کو یہ مقام حاصل ہے کہ قرآن سنت (ثابت صحیحہ) کو منسوخ بھی نہیں کر سکتا۔ (دیکھئے الرسالۃ)

(۴) امام ابن عبد البر:

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ ”جامع بیان العلم وفضلہ“ میں باب قائم کرتے ہیں کہ ”موضع السنة من الكتاب وبيانها له“ اور اس میں بڑی تفصیل سے حجیت سنت بنفسہ مقام سنت و اہمیت سنت پر گفتگو فرماتے ہیں، فتنہ انکار حدیث کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حدیث لکھتے ہیں:

”يوشك باحد كم يقول هذا كتاب الله ما كان فيه حلال احللناه وما كان فيه حرام حرمناه، ألا من بلغه عني حديث فكذب به فقد كذب الله ورسوله والذي حدثه“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''یعنی عنقریب تم اپنے ہی میں سے کسی کو یہ کہتے سنو گے کہ یہ کتاب اللہ ہی کافی ہے جو اس میں حلال ہے وہی حلال جاننا اور جو اس میں حرام ہو اسے ہی حرام جاننا۔ خبر دار ہو جاؤ! جس کسی کو مجھ سے حدیث پہنچے اور وہ اسے جھٹلا دے تو گویا اس نے اللہ، رسول اللہ اور راوی حدیث (تینوں کو) جھٹلا دیا''

اور پھر اثنائے گفتگو ایسے آثار نقل کرتے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ خیر القرون میں قرآن و سنت میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا تھا۔ نہ سنت کے لئے قرآن کو اساس بنایا جاتا تھا۔ مزید لکھتے ہیں سنت میں قرآن کے احکام کا بیان دو طریقوں سے ہوتا ہے۔(۱) کتاب کے اجمالی احکام کی وضاحت۔(۲) حکم کتاب سے زائد، اور اس (دوسرے) طریقے کے تحت لکھتے ہیں جیسے:

''تحریم نکاح المراۃ علی عمتها وخالتها وکتحریم الحمر الاھلیه وکل ذی ناب من السباع، الی اشیاء یطول ذکرھا''

ترجمہ: ''جیسے کہ خالہ یا پھوپھی کی موجودگی میں ان کی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح کرنا اور جیسے کہ گھریلو (پالتو) گدھے اور کچلیوں والے درندوں کا حرام ہونا اور ایسی بہت سی اشیاء جن کا ذکر باعث طوالت ہو گا''

ان لوگوں پر رد کرتے ہوئے (جو سنت میں قید لگاتے ہیں کہ وہ قرآن کے عین موافق ہو) لکھتے ہیں:

''وقد امر اللہ عزوجل بطاعته واتباعه امرا مطلقا مجملا لم یقید بشیٔ ولم یقل وما وافق کتاب اللہ کما قال بعض اھل الزیغ''

ترجمہ: ''یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ نے مطلقاً نبی کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا ہے، اور اس میں کوئی قید نہیں لگائی اور نہ ہی یہ کہا کہ جس امر میں قرآن مجید کی موافقت ہو (اس میں اتباع کرو) جیسے بعض اہل زیغ و ضلال کہتے ہیں''

اب مولانا اپنے خود ساختہ قواعد تدبر حدیث کی وجہ سے امام ابن عبد البر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں ''اہل زیغ'' قرار پاتے ہیں۔

(۵) شیخ مصطفیٰ سباعی:

شیخ مصطفیٰ سباعی مرحوم ''السنة ومکانتها'' میں بڑی تفصیل سے حدیث و سنت کے مستقل ماخذ شریعت ہونے پر گفتگو کرتے ہیں اور اس کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔ فلیراجع

تمام گفتگو تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا امین احسن اپنے خودساختہ قواعد (کہ سنت کی اساس قرآن ہے، سنت کی تخصیص کو نسخ قرآن قرار دینا، اور پھر اس سلسلے میں سنت کو فطری قید و مضمرات اور قرائن سے گزارنا) ان سب میں ہی منفرد ہیں، کوئی بھی امام حدیث ان کے ساتھ نہیں اور نہ ہی کسی ''امام حدیث کی مستند کتاب'' سے ان کے پاس کوئی دلیل ہے۔ نتیجتاً ان کی کتاب ''مبادی تدبر حدیث'' صرف اپنے خودساختہ نظریات ہی کا پلندہ ہے، اور ''تمسخر حدیث'' کی راہ دکھاتی ہے۔ اعاذنا اللہ منه

امام سیوطی رحمہ اللہ ایسے منکر حدیث پر حکم لگاتے ہیں کہ جس نے معروف اصولوں سے مشروط (ثابت شدہ) قولی یا فعلی حدیث کی حجیت کا انکار کیا وہ کافر ہے، اسلام سے خارج ہے، اور اس کا حشر یہود و نصاریٰ یا دیگر کفار کے ساتھ ہوگا۔ ان شاء اللہ (مفتاح الجنة)

اصول اصلاحی:

تدبر حدیث کے چند بنیادی اصول

لکھتے ہیں: ''علم رسول کے اس عظیم سرمایہ سے جو احادیث کی شکل میں امت کو منتقل ہوا حقیقی معنوں میں فیض یاب ہونے کے لئے تدبر حدیث ضروری ہے۔ یہ رہنما

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول پانچ ہیں:

قرآن مجید ہی امتیاز کی کسوٹی ہے۔۔۔ حدیث کے معاملے میں بھی اصلاً وہی امتیاز کی کسوٹی ہے۔ (صفحہ ۴۷)

قرآن میزان عدل ہے۔۔۔ دین و شریعت کی ہر چیز کو قرآن مجید کی ترازو میں تولنا اور اس کسوٹی پر پرکھنا ہو گا، یہ ایک عام کلیہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی حدیث کے باب میں بھی تردد ہو گا تو وہ بھی اسی ترازو میں تولی جائے گی۔

اگر کوئی حدیث کو قرآن کی کسوٹی سے بالاتر خیال کر کے اس کو بجائے خود میزان قرار دے بیٹھے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ تعلیمات قرآن کے صریحاً خلاف روایات کو بھی دین سمجھ کر اختیار کر لے گا، اور اس طرح اس چیز کو بھی دین بنا دے گا جو دین نہیں ہے۔

قرآن کی کسوٹی پر پوری نہ اترنے والی ہر روایت یا تو موضوع ہے یا ہم تک صحیح حالت میں منتقل نہیں ہوئی۔

چنانچہ اس اصول پر اہل فن کا اتفاق رہا ہے کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو گی وہ منکر ہے۔ (صفحہ ۴۹)

امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے ۔۔۔ ''السنة تفسر الكتاب وتعرف الكتاب وتبيينه'' (الکفایہ)

یہ سوال ہی بالکل خارج از بحث ہے کہ کوئی حدیث قرآن کی ناسخ ہو۔۔۔ (صفحہ ۵۰)

تدبر حدیث کے مذکورہ بالا اصول کا تجزیہ

یہاں مولانا نے وضاحت نہیں کی کہ ''حدیث'' سنت کے مترادف ہے یا ان میں پھر سے ''زمین و آسمان'' کا فرق لوٹ آیا ہے؟

اگر دونوں ایک ہی معنی میں ہے تو مولانا کے مؤقف میں واضح تضاد و انتشار ہے کیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہ یہ لکھ چکے کہ "قرآن سنت ہی سے واضح ہوتا ہے" اور سنت کا انکار قرآن ہی کا انکار کے مترادف ہے (مفہوماً) تو پھر سنت کے لئے قرآن کو کسوٹی قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ سنت کی کیا حیثیت مولانا نے متعین کی؟ سنت قرآن کی اساس و کسوٹی اور قرآن سنت و حدیث کی کسوٹی؟ مولانا کے دونوں مؤقف ہیں عمل کس پر ہو گا؟ زیر نظر مؤقف کی دلیل کسی "امام حدیث کی مستند کتاب سے کیا ہے؟

حدیث کو قرآن کی کسوٹی سے بالاتر سمجھنا اور بنفسہ اسے میزان سمجھنا موصوف کے نزدیک لا دین کو دین بنانا ہے گویا موصوف حدیث کی بنفسہ حجیت کو تسلیم نہیں کرتے اور منکرین حدیث کے ہمنوا ہیں تو پھر (بقول ان کے) "بلا سنت و حدیث" قرآن کے ماننے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔

موضوع روایت کا معیار یہ مقرر کرنا کہ جو بھی قرآن کی کسوٹی پر پوری نہ اترے۔۔۔ یہ بھی موصوف کا بلا دلیل دعویٰ ہے، اور ائمہ حدیث کے مؤقف کی خود ساختہ ترجمانی ہے اور بس۔۔۔ ان کے پاس "موضوع حدیث" کی اس تعریف پر کوئی دلیل کسی بھی "امام حدیث کی مستند کتاب" سے نہیں ہے۔

موصوف کا "حدیث موضوع" کی بحث کرتے کرتے اسے منکر قرار دے دینا بھی ان کے مبلغ علم کی نشاندہی ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے موضوع اور منکر کی الگ الگ بحث کی ہے جو کہ نفی ہے اس بات کی کہ دونوں باہم مترادف المعنیٰ ہیں۔ (دیکھئے تدریب الراوی)

گویا موصوف پھر منفرد ہو گئے اور یہ انہیں گوارا نہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ کا قول دوبارہ نقل کرنا اور پھر ناسخ منسوخ کی بحث کرنا عجیب منطق ہے کہ اس قول میں حدیث کا ذکر نہیں بلکہ سنت کا ذکر ہے اور موصوف کے ہاں دونوں میں "زمین و آسمان" کا فرق ہے، لہٰذا یہ قول ان کی دلیل کیسے بنا؟

اس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ جو حدیث قرآن کے خلاف دکھائی دے وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع یا منکر ہو گی تو پھر مولانا کے استدلال کی اساس یہ قول کیسے ہو گا؟

اس قول میں حدیث کے پرکھنے کے لئے صرف قرآن ہی کو کسوٹی قرار نہیں دیا گیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مولانا ایک مرتبہ پھر اپنے مؤقف ھذا میں منفرد ہو گئے ہیں اور زبردستی امام احمد رحمہ اللہ سے اپنا باطل مؤقف ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

موصوف کے حلقہ فکر سے سوال ہے کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہو گی اس کو تسلیم کرنے کا فائدہ کیا؟ کیا اس کے عوض میں قرآن ہی کافی نہیں۔ قرآن کو اپنی تائید کے لئے کسی حدیث یا روایت کی ضرورت بھی کیا ہے؟

جو روایت قرآن کی آیات کی ترتیب بتاتی ہے اور اس کی محفوظیت کو ثابت کرتی ہے۔ آپ انہیں کس قاعدے کی رو سے درست سمجھتے ہیں؟ مثلاً یہ کہ نمازوں کی تعداد ہر دن میں پانچ ہے، یہ حدیث قرآن کی کونسی آیت کے مطابق ہے۔

قرآن تو حروف و الفاظ کا مجموعہ ہے جب تک اس کا کوئی مفہوم متعین نہ کیا جائے یہ کیسے معلوم ہو گا کہ فلاں حدیث قرآن کے مطابق ہے یا نہیں؟ اب ظاہر ہے مولانا کا مفہوم قرآنی ہی صحیح تصور کیا جائے گا جو بدلتا رہتا ہے، تو اس کے مطابق کبھی حدیث صحیح ہو کر حجت قرار پاتی ہے اور کبھی غیر صحیح ہو کر منکر و موضوع قرار پاتی ہے۔ اگر قرآن ہی کی آیت دوسری آیت کے مخالف یا معارض ہو تو کیا ہو گا۔ مثلاً:

"إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ"

"آپ اپنی محبوب ہستیوں کو ہدایت نہیں دے سکتے"

"وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ"

"آپ ہی صراط مستقیم کی ہدایت کرتے ہیں؟"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول اصلاحی:

ہر حدیث، احادیث کے مجموعی نظام کا ایک جزو ہے

"دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر حدیث احادیث کے مجموعی نظام کا ایک جزو سمجھی جائے گی۔۔۔ اگر کوئی حدیث اپنے مجموعی نظام سے بے جوڑ ہو گی تو وہ رد کر دی جائے گی۔۔۔" (صفحہ ۵۰)

اصول اصلاحی کا تجزیہ:

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کا مذکورہ "اصول" بالکل صحیح ہے۔ مگر دلیل کسی "امام کی مستند کتاب" سے مفقود ہے۔ لہٰذا موصوف پھر منفرد دکھائی دیتے ہیں۔

ممکن ہے کم علمی کی وجہ سے کوئی حدیث صحیح مجموعہ حدیث کے خلاف و معارض دکھائی دے اور جب کسی امام حدیث کے سامنے رکھی جائے تو وہ اس میں تطبیق و توفیق سے جمع یا ترجیح کی کوئی سبیل بتا دے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر امکان جمع ہو تو صرف معارضے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع قرار نہیں دیا جائے گا۔ (تدریب)

لہٰذا مولانا کا ہر ایرے غیرے کو احادیث پر حکم لگانے کا اختیار دینا سراسر غلط ہے۔ امہات کتب احادیث میں، منگھڑت و مخالف روایات کا گھس آنا شاید صرف مولانا اور ان کے حواریوں ہی کو نظر آیا ہے اس سے قبل تو تمام "ائمہ حدیث" بے چارے اس نگاہ و بصیرت سے محروم ہی رہے۔ (معاذ اللہ)

مگر حقیقت یہ ہے کہ موصوف اس مؤقف میں بھی بالکل منفرد و بلا دلیل ہیں، اور غیر سبیل المومنین کے اندھیرے راستے پر گامزن ہیں۔ جس کا انجام بڑا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطرناک ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم جیسی امہات کتب کے بارے میں لکھا ہے کہ جو ان کی شان گھٹائے وہ بدعتی ہے اور غیر سبیل المومنین پر گامزن ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ)

اصول اصلاحی:

حدیث کی اصل زبان عربی ہے

موصوف لکھتے ہیں: ”اگرچہ احادیث کی روایت، قرآن کے برعکس بیشتر بالمعنی ہوئی ہے تاہم صحیح احادیث کی زبان کا ایک خاص معیار ہے جو بہت اعلیٰ ہے۔۔۔

حدیث کی لغوی و نحوی مشکلات کا حل میں ان فنون کے ماہرین ہی کی آرا معتبر سمجھی جائیں گی۔۔۔۔ (صفحہ ۵۱)

حدیث کے طالب علم کے لئے نہ صرف عہد نبوت و صحابہ کی زبان کی مہارت ضروری ہے۔ ۔۔ اگر یہ چیز کسی کو حاصل نہ ہوگی تو اندیشہ ہے کہ وہ الشیخ الشیخۃ۔۔ الخ کو قرآن کی ایک آیت باور کر لے گا۔ حالانکہ قرآن کی آیت تو درکنار اس کو ایک صاحب ذوق کے لئے حدیث ماننا بھی مشکل ہے اس کی زبان بالکل عجمی فقہا کی زبان ہے۔ (صفحہ ۵۲)

تجزیہ:

موصوف کا بیشتر احادیث کو روایت بالمعنی قرار دینا بھی بلا دلیل ہے جس پر ان کے پاس کسی بھی ”امام حدیث کی مستند کتاب“ سے کوئی حوالہ نہیں۔ جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ روایت حدیث میں روایت باللفظ کا اہتمام ہی اصل ہے اور اس کی مکمل پاسداری ائمہ سلف صالحین اپنے اپنے دور میں کرتے رہے ہیں۔ جب کہ روایت بالمعنی فقط جواز کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک صورت ہے اور وہ بھی ماہرین فن حدیث کے لئے سب کے لئے نہیں۔ تفصیل کے لئے اس فن کی امہات کتب کی طرف رجوع کریں۔

یقیناً احادیث کی زبان تو عربی ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موصوف اور ان کے حواری جو عجمی النسل ہیں وہ حدیث کی فصیح عربی کو کیسے سمجھیں گے؟ جب کہ حال یہ ہے کہ موصوف اپنی عربی دانی کو حدیث کی عربیت پر فوقیت "بلا دلیل" دیتے ہیں اور پھر منفرد دکھائی دیتے ہیں۔

لغوی نحوی مشکلات میں یقیناً "ماہر فنون ہذا" لوگوں کی آرا معتبر ہوں گی مگر شاید موصوف کو ائمہ حدیث کی عربی دانی کی مہارت کا اندازہ نہیں مولانا کی پسندیدہ کتاب "الکفایہ" میں لکھا ہے۔

"باب اتباع المحدث علی لفظ وان خالف اللغة الفصیحة"

"اس بات کا بیان کہ محدث کے بیان کردہ الفاظ کی اتباع ہو گی اگرچہ وہ فصیح لغت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو"۔

اور ابو عبیدہ کا یہ قول اس باب کے تحت نقل ہوا ہے کہ:

"لاهل الحدیث لغة ولاهل العربیة لغة ولغة اهل العربیة اقیس ولا تجد بدا من اتباع اهل الحدیث من اجل السماع"

"یعنی اہلحدیث اور اہل عرب کی اپنی اپنی لغت ہیں، اور اہل عرب کی لغت زیادہ صحیح ہے، لیکن اہل حدیث کی لغت کی اتباع کے بغیر چارہ کار نہیں ان کے سماع کی وجہ"

نیز حدیث رسول اللہ ﷺ "لیس من امبر امصیام فی امسفر" نقل کی ہے۔

اب بتائیں موصوف کے حواری لغة المحدثین کو ترجیح دیں گے یا اپنی (عجمی) لغت کو؟ جسے وہ بزعم خویش فصیح گردانتے ہیں۔

موصوف کا حدیث صحیح بخاری "الشیخ والشیخة۔۔۔" کو عجمی فقہا کی زبان کہہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر قابل رد قرار دینا انتہائی جسارت ہے اور اپنے منکر حدیث ہونے کی وضاحت ہے، کیوں کہ یہ حدیث امہات الکتب کے ساتھ ساتھ صاحب کفایہ کی "الکفایہ" میں بھی موجود ہے۔ گویا موصوف اپنی عربی دانی میں تمام ائمہ حدیث سے آگے بڑھ گئے اور ایک بار پھر منفرد ہو گئے ہیں۔

کیا موصوف کو لفظ الشیخ والشیخۃ پر اعتراض ہے کیوں؟ کیا یہ عربی کے خلاف ہے؟ نہیں بلکہ موصوف کو اپنی خود ساختہ عربی میں یہ لفظ نہیں ملا ورنہ تو ہر امام حدیث کو یہ لفظ ملا، انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا اور کبھی بھی اسے عجمی فقہا کی زبان قرار نہیں دیا۔ کیوں کہ لفظ "الشیخ" قرآن میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے اور اس کی مؤنث "الشیخۃ" ہی آتی ہے۔ جیسا کہ لسان العرب اور صاحب مصباح اللغات نے لکھا ہے۔

موصوف کے جس طرح "مبادی تدبر حدیث" اپنے خود ساختہ ہیں بالکل اسی طرح عربی لغت بھی ان کی اپنی ہی ہے جو ان کے عجمی بطن وفم سے نکلی ہے اور ایسی نکلی ہے کہ اس نے قرآن، حدیث، ائمہ حدیث و لغت میں سب کی عربی کو یک لخت پراگندہ کر کے غلط قرار دے دیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

محدثین نے جو رکاکت (کمزوری) الفاظ کا ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث کے ضعیف یا موضوع ہونے کی ایک علامت ہے تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ:

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "رکاکت کا تعلق صرف معنی سے ہے" اور اسی کو وضع حدیث کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ الفاظ میں رکاکت موجود نہ ہو۔۔۔ اور اگر صرف الفاظ ہی میں رکاکت موجود ہو تو مجرد اس کو وضع حدیث کا سبب نہیں قرار دیا جا سکتا ممکن ہے راوی نے بالمعنی روایت کی ہو اور فصیح الفاظ کو غیر فصیح میں تبدیل کر دیا ہو۔۔۔ (تدریب)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال ہم لکھ چکے ہیں کہ لفظ ''الشیخ والشیخۃ'' کسی بھی طرح غیر فصیح نہیں ہے۔ بلکہ قرآن، حدیث اور لغت میں مستعمل ہے۔

اصول اصلاحی:

کلام کے عموم و خصوص، موقع و محل اور خطاب کا فہم ضروری ہے

''الائمۃ من قریش'' (خلفاء قریش میں سے ہوں گے)۔۔۔۔اس کے موقع و محل کو سمجھنے میں صدر اول کے بعد کے دور کے بیشتر اصحاب علم نے شدید غلطی کی ہے۔ (صفحہ ۵۳)

بعض حدیثوں میں آتا ہے ''امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا الا الہ الا اللہ'' اس کو ظاہری معنی میں لیں اور صحیح موقع و محل نہ سمجھیں تو مستشرقین کا کہنا صحیح ثابت ہو جائے گا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔۔۔

اگر آپ حدیث کے لفظ ''الناس'' کے عموم کو بنی اسماعیل کے لئے خاص مان لیں جس کا واضح قرینہ موجود ہے تو حدیث قرآن مجید کے بالکل مطابق ہو جاتی ہے۔۔۔ (صفحہ ۵۴)

تجزیہ:

موصوف کے ہاں چوتھا اصول زیر نظر ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ اصول کسی ''امام حدیث کی مستند کتاب'' سے ماخوذ ہے؟ یا صرف موصوف کے اپنے خیالات کی ترجمانی ہے (قطع نظر اس بات سے کہ یہ صحیح ہے یا غیر صحیح)

یقیناً موقع و محل اور عموم و خصوص کا فہم ضروری ہے مگر ایسا بھی فہم کیا کہ چودہ سو سال میں آج صرف موصوف کو نظر آیا اور یہ بھی خوب کہ اب عموم و خصوص بھی بلا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فطری قید و مضمرات صرف قرائن سے ہی سمجھ آنے لگے ہیں اور وہ بھی صرف اور صرف موصوف کو، آخر کیوں؟ کیا تمام ائمہ حدیث اس قدر فہم و فراست سے عاری تھے کہ ''الائمة من قریش'' والی حدیث کا معنی بھی متعین نہ کر سکے۔

یہ عجیب منطق ہے کہ جب کسی مؤقف کی دلیل نہ مل سکے تو جناب ''الکفایہ'' کو بھول بھال کر لکھ دیتے ہیں کہ اس مسئلے میں بیشتر اصحاب علم نے شدید غلطی کی ہے (اور موصوف شاید غلطیوں سے مبرا ہیں)

حقیقت یہ ہے کہ حدیث اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے، اور ائمہ سلف صالحین نے اس سے جو کچھ سمجھا ہے وہ بالکل صحیح ہے اسی لئے موصوف کے پاس اپنے اس مؤقف میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہمارا موصوف کے حواریوں کو مشورہ ہے کہ وہ اس حدیث کے معنی متعین کر کے ماننے کے درپر نہ ہوں بلکہ بالکل سیدھا سیدھا قرآن کے خلاف کہہ کر اسے ماننے سے انکار کر دیں کہ قرآن میں صرف ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم'' ہی کی شرط ہے اور باقی کوئی نہیں، کیا خیال ہے؟ کیا یہ قرآن کی کسوٹی پر پوری اترتی ہے؟

دوسری حدیث کو بھی موصوف نے اپنے خودساختہ اصول ''قرآن کی کسوٹی کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے گویا اس سے قبل یہ حدیث قرآن کے خلاف تھی؟ مگر موصوف نے اس آیت کا حوالہ نہیں دیا، جس کی مخالفت میں یہ حدیث ہے؟

اس کا سیدھا سا معنی تو یہ بنا کہ اگر موصوف کا خودساختہ معنی کسی حدیث کا نہ لیا جائے تو وہ خلاف قرآن ہو جاتی ہے۔ استغفر اللہ۔

اعتراض یہ ہے کہ اگر یہ معنی نہیں لیں گے تو اسلام کا تلوار سے پھیلانا لازم آئے گا۔ سبحان اللہ کیا فہم ہے جناب کا، اچھا تو کیا اسے بنی اسماعیل کے ساتھ خاص

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دینے سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ بنو اسماعیل تو تلوار کے زور اور ڈر سے مسلمان ہوئے تھے؟ کیا اس میں قرآن کی مخالفت نہیں ہو گی؟

اب مستشرقین کے اعتراض کیا جواب ہو گا؟ آپ کے قرینہ و قرآن کو تو وہ مانتے ہی نہیں۔

اصول اصلاحی:

دین اور عقل و فطرت میں منافات نہیں ہے

پانچویں اور آخری اصول کے تحت لکھتے ہیں ہر وہ چیز جو عقل و فطرت کے منافی ہو گی وہ دین کے بھی منافی ہو گی۔۔۔

حدیث کے دل میں اترنے کا اصلی راستہ بھی عقل و فطرت ہی ہے۔۔۔ اگر کوئی بات صریحاً عقل کے منافی نظر آئے تو اس پر اچھی طرح غور کیجئے یہاں تک کہ یا تو اپنی غلطی واضح ہو جائے یا حدیث کا ضعف سمجھ میں آجائے۔ (صفحہ ۵۵)

اگر یہ بات عیاں ہو جائے کہ اس (حدیث) میں اور عقل و فطرت میں منافات پائی جاتی ہے اور غور و فکر کے باجود کسی طرح اس کی توجیہ نہیں ہو سکتی تو یہ رد کرنے کے قابل ہے۔۔۔

کسی روایت کو ضمنی طور پر حدیث رسول قرار دینا بڑی بھاری ذمہ داری کا کام ہے ہر شخص اس کا اہل نہیں ہو سکتا۔۔۔۔ (صفحہ ۵۶)

تجزیہ:

مولانا کی اجمالی بات میں رطب و یابس پایا جاتا ہے۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ یقیناً دین اسلام فطرت و عقل سلیم کے مطابق ہی ہے مگر ایسا بھی نہیں کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے قبول ورد میں اسی کو معیار قرار دے دیا جائے۔ کیوں کہ اسلام تو عقل و فطرت کے خلاف نہیں مگر لوگوں کی عقل تو اسلامی احکام کے خلاف ہو سکتی ہے جس کا مشاہدہ آئے روز ہوتا ہی رہتا ہے۔

عقل و فطرت کو ایک قرار دے کر مولانا نے لکھا ہے جو اس کے خلاف ہو وہ دین کے بھی خلاف۔۔۔۔

حالانکہ اس قول میں یہ غلط اور مسموم عقیدہ بالکل واضح ہے کہ عقل و فطرت ہی دین ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرے گی، کتنا خطرناک عقیدہ و نظریہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ ایک چیز موصوف کہ ہاں ازروئے عقل دین ہے مگر ائمہ محدثین کے ہاں شاید نہ ہو جب کہ اسی طرح ایک چیز موصوف کی عقل کے مطابق دین کا درجہ نہ پا سکے مگر ائمہ محدثین کے ہاں اور اجماع امت میں اسے دین کا درجہ حاصل ہو (کیوں کہ قبولیت کے اصولوں کے عین مطابق ہے)

مولانا کو یوں لکھنا تھا کہ جو دین کے منافی ہے وہ چیز عقل و فطرت کے بھی منافی ہے، کیوں کہ مسلمانوں کے ہاں بہر حال دین مقدم ہے نہ کہ عقل (موصوف کی ہم بات نہیں کرتے)۔

حدیث[1] کے دل میں اترنے کا اصل راستہ عقل و فطرت کو قرار دینا بھی بے دلیل مؤقف ہے۔

اور یہ بھی خوب کے اتنا غور و فکر کرو کہ اپنی غلطی سمجھ آجائے یا حدیث کا ضعف سبحان اللہ ! کیا بات ہے جناب کی، اگر یہی معیار ہے احادیث کو پرکھنے کا تو پھر قرآن بھی ضعیف دکھائی دے گا۔ گویا عقل و فطرت ہی آخری پیمانہ ہے رد و قبول کا نہ کہ کسی امام حدیث کا مستند قول۔ اس مؤقف میں بھی موصوف منفرد نظر آرہے ہیں۔

---

(1) حائضہ عورت صلاۃ وصیام دونوں ترک کرتی ہے مگر قضا صرف روزوں کی دیتی ہے کیوں؟ کیا یہ عقل میں آتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقل کو کلی اختیارات دے کر پھر یہ کہنا کہ کسی روایت کو حدیث رسول قرار دینا بڑا بھاری کام ہے، ہر شخص اس کا اہل نہیں ہو سکتا۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ اگر کسی روایت کو حدیث رسول قرار دینا بڑا بھاری کام ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی حدیث رسول کو حدیث رسول سے خارج کرنا بھی بڑا بھاری کا م ہے۔ اور ہر شخص اس کا اہل نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جو عجمی بھی ہو مولانا کی طرح۔

جو لوگ عقل کو اپنی خواہشات کی لونڈی بنانا چاہتے ہیں ان کو اللہ کے حوالے کیجئے۔

قارئین کرام! یہاں تک بحث میں آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مولانا موصوف اپنے کسی بھی مؤقف میں نہ تو اصل "کسوٹی قرآن" سے کوئی دلیل لا سکے اور نہ ہی ائمہ سلف صالحین و ائمہ حدیث کی کسی مستند کتاب سے کوئی بات نقل کر سکے۔ مگر وہ پھر بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی کتاب "ائمہ حدیث کی مستند کتب" سے ماخوذ ہے، اور میں ان اصولوں کے بیان کرنے میں منفرد نہیں ہوں۔

اب اسے دیوانے کی بڑ کے سوا اور کیا کہئے یہ فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

اصول اصلاحی:

حدیث کے غث و سمین میں امتیاز کے لئے اساسی کسوٹیاں

حدیث کے غث و سمین میں امتیاز کے لئے ہمارے نزدیک چھ بنیادی اصول ہیں۔۔۔۔۔

یہ ایک نہایت حساس موضوع ہے اس لئے ہم اس امر کا اہتمام ضروری خیال کرتے ہیں کہ اپنے مباحث کی بنیاد احادیث رسول اور سلف صالحین کے ارشادات ہی پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھیں۔اپنی جانب سے کوئی بات نہ کہیں۔ (صفحہ ۵۷)

پہلی کسوٹی اہل ایمان واصحاب معرفت کا ذوق:

کوئی روایت جس کو اہل ایمان اور اصحاب معرفت کا ذوق قبول کرنے سے اباء کرتا ہے وہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اس اصول کی طرف خود رسول اللہ ﷺ نے رہنمائی فرمائی ہے:

''اذا سمعتم الحدیث عنی۔۔۔۔۔'' (الکفایۃ فی علم الروایۃ)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے منسوب کوئی ایسی روایت سنو جس سے تمہارے دل آشنائی محسوس کریں تمہارے رونگٹے اور تن بدن اس سے اثر پذیر ہوں اور تم دیکھو کہ وہ تمہارے دلوں سے قریب ہے تو میں تمہاری نسبت اس کے زیادہ قریب ہوں اور جب تم مجھ سے منسوب کوئی ایسی بات سنو جس سے تمہارے دل اجنبیت محسوس کریں تمہارے رونگٹے اور جسم اس سے ناگواری محسوس کریں اور تم دیکھو کہ وہ تمہارے مزاج سے دور ہے تو میں تمہاری نسبت اس سے زیادہ دور ہوں۔ (صفحہ ۵۹)

اسی ذیل میں سلف صالحین کے چند اقوال ملاحظہ ہوں:

☆ ربیع بن خثیم نے کہا کہ حدیثوں میں ایسی حدیثیں ہوتی ہیں جن پر روز روشن کی تابانی ہوتی ہے ہم ان کو پہچان لیتے ہیں، اور حدیثوں میں بعض حدیثیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن پر شب دیجور کی سیاہی ہوتی ہے ہمارے قلوب ان کے قبول کرنے سے اباء کرتے ہیں۔ (الکفایہ)

اسی طرح کا قول امام اوزاعی کا اور سیدنا جریر کا بیان کیا ہے کہ وہ احادیث سن کر اپنے احباب و اساتذہ کے سامنے پیش کرتے اور ان کے کہنے سے ہی اسے قبول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے۔(مفہوماً)   (صفحہ ۶۰)

پھر مذکور بالا اقوال سے چند باتیں نہایت واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔

ایک یہ کہ کسی حدیث کسی حدیث کے قول رسول ہونے کا انحصار اس کی سند سے زیادہ اس کے معنی و مفہوم پر ہے۔   (صفحہ ۶۰)

دوسرے یہ کہ ہر حدیث رسول دل میں ایک اھتزاز پیدا کرتی ہے، بشرطیکہ دل زندہ ہو۔   (صفحہ ۶۱)

تیسرے یہ کہ۔۔۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان کی امتیازی شان ہے۔۔۔ ایک صاحب ذوق محسوس کرلیتا ہے اور اس کا دل پکار اٹھتا ہے کہ یہ رسول ہی کا کلام ہو سکتا ہے۔

(صفحہ ۶۲)

تجزیہ و تبصرہ:

موصوف کی یہ بات صحیح ہے کہ اہل ایمان و اہل معرفت کے ذوق ہی کو قبول روایت میں ترجیح حاصل ہو گی، مگر ان کے ذوق کو وہ خود ہی نمایاں کرتے ہیں کوئی اور (عجمی یا خود رائی میں مبتلا) ان کے ذوق عربیہ و معرفت صحیحہ کی حد بندی نہیں کرے گا جیسے کہ موصوف کو عادت ہے کہ بلا دلیل ہی ''الشیخ والشیخۃ'' کو عجمی فقہا کی زبان قرار دیتے ہیں، جس ''الکفایہ'' کا حوالہ موصوف کے ہاں مستند سمجھا جاتا ہے اس میں یہ باب بھی موجود ہے:

''باب فی اتباع المحدث علی لفظہ وان خالف اللغۃ الفصیحۃ''

یعنی قول محدث ہی (روایت میں) قابل اتباع ہو گا اگرچہ (بظاہر) فصیح لغت کے خلاف ہی ہو، موصوف نہ جانے اس سلسلے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ پر کیا فتویٰ لگاتے تھے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد رہنا چاہیئے کہ موصوف نے گزشتہ ساری بحث کو پھر سے ایک نیا نام و انداز دے کر نئے باب میں بیان کیا ہے اگرچہ ہم گزشتہ اوراق میں تفصیلی جوابات دے چکے ہیں، مگر پھر بھی ہم دوبارہ موصوف کے نئے انداز پر بھی تبصرہ کر رہے ہیں کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے جواب نہیں دیا گیا۔ واللہ ولی التوفیق

موصوف نے اہل ایمان و اہل ذوق کی معرفت کی دلیل حدیث رسول سے دی ہے۔ حدیث بالکل صحیح ہے مگر یہ مخصوص اہل فن و معرفت (جو بہت ہی زیادہ حدیث رسول سے وابستہ رہے ہوں) کے ساتھ خاص ہے، جس کا اقرار موصوف نے بھی آگے کی سطور میں کیا ہے، لہٰذا اسے عام لوگوں (عجمیوں) کے ساتھ نتھی کرنا بالکل غلط ہے۔ ہمارے نزدیک مولانا موصوف کسی بھی اس مقصد کے لئے معیار اور کسوٹی نہیں بن سکتے، کیوں کہ یہ اپنے ایک خاص ذوق کے مالک ہیں۔ عجمی فقہا کے قریب ہیں، عجمی النسل ہیں۔ مزید یہ کہ اپنے ایک مؤقّف پر ثابت قدم نہیں رہتے، موقعہ بموقعہ بدلتے رہتے ہیں۔ جس کی نشاندہی گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔

موصوف کا یہ کہنا کہ کسی قول کے حدیث رسول ہونے کا دارومدار سند سے زیادہ اس کے معنی مفہوم پر ہے۔۔۔ سراسر غلط ہے اور خود ساختہ ہے۔ کیوں کہ ان کے پاس اس کی کوئی بھی دلیل کسی امام حدیث کی مستند کتاب سے نہیں ہے۔ لہٰذا موصوف اس مسئلہ میں سب سے منفرد ہوئے۔

اس کا معنی گویا یہ ہوا کہ جس روایت یا قول کا مفہوم اور معنی صحیح ہو وہ دین قرار پا جائیگی۔ نعوذ باللہ من ذالك

ہم موصوف کو یاد کروائیں گے کہ پہلے آپ لکھ چکے ہیں کہ کسی روایت کو حدیث رسول قرار دینا بہت بھاری کام ہے ہر شخص اس کا اہل نہیں ہو سکتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موصوف کے منفرد اصول کے برعکس صحابہ واتباع صحابہ اور دیگر ائمہ حدیث کے ہاں ہر روایت کی تصحیح و تضعیف سے قبل اس کی سند کو ہی دیکھا جاتا ہے۔

☆عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا تھا ''الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء'' اسناد دین میں سے ہیں اگر اسناد نہ ہوتیں تو ہر شخص جو چاہتا کہہ ڈالتا۔

☆سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے جب بلا سند حدیث کا مطالبہ کیا تو امام زہری نے فرمایا: ''کیا بلا سیڑھی چھت پر چڑھو گے؟'' (تدریب)

☆سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا تھا ''الاسناد سلاح المومن'' اسناد مومن کا ہتھیار ہیں۔ (تدریب)

صحابہ کرام میں بھی سند ہی کا اہتمام زیادہ تھا جس کی دلیل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہ قصہ ہے جس میں بشیر عدوی نے انہیں (بلاسند) حدیثیں سنانا شروع کیں تو ابن عباس ان کی طرف بالکل بھی متوجہ نہ ہوئے۔ بشیر نے کہا: میں آپ کو حدیث رسول سناتا ہوں اور آپ توجہ ہی نہیں دیتے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب کوئی شخص قال رسول اللہ کہتا تو ہم ہمہ تن گوش ہو کر اس کی بات سنتے جب ہر کس و ناکس حدیثیں بیان کرنے لگا تو ہم وہی روایت قبول کرنے لگے جس سے آشنا ہوں۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

☆نیز امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں اسناد سے متعلق نہیں پوچھا جاتا تھا۔ اور جب فتنہ سامانی کا ظہور ہوا تو راویوں کے بارے میں سوال کیا جانے لگا۔ اہل سنت کی روایت کردہ حدیث قبول کی جاتی اور اہل بدعت کی ترک کر دی جاتی تھی۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

لہٰذا موصوف کا قبول روایت میں یا روایت کے حدیث رسول ہونے میں ''معنی و مفہوم کو سند سے زیادہ اہمیت دینا تمام اہل ذوق و معرفت حدیث رسول رکھنے والوں کے خلاف ہے۔

اگلے دونوں فقروں میں موصوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ اگر واقعی اہل ایمان و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل ذوق و معرفت کے بارے میں ہے تو صحیح ہے اور اگر موصوف کی طرح عجمی لوگ بھی اس میں شامل ہیں تو پھر یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے موصوف کے ہمنوا مولانا مودودی مزاج شناس رسول ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، اور اس ضمن میں نہ جانے کتنی حدیثوں کے وہ منکر ہوئے موصوف بھی خود کو مزاج شناس قرآن اور مزاج شناس رسول سمجھ کر نہ جانے کتنی حدیثوں کے منکر ہیں اور دعویٰ یہ کہ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔

ع اس سادگی پر کون نہ مر جائے اے خدا!

اصول اصلاحی:

دوسری کسوٹی، عمل معروف

اس کی دلیل موصوف نے حدیث سے یہ دی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھ سے منسوب کر کے کوئی روایت اس معروف کے مطابق کی جائے جس سے تم آشنا ہو تو اس کو قبول کر لو۔۔۔ (الکفایہ)

وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ معروف سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول ہے اور یہاں منکر کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ تمام چیزیں جو ان اصول، کلیات، ارشادات اور احکامات کے منافی ہوں جو نبی ﷺ نے دیئے ہیں۔۔۔

عمل معروف کی کسوٹی اگر صحیح طریقے سے مستحضر ہو تو غلط حدیث بھی آپ کو دھوکا نہیں دے سکتی آپ صاف سمجھ جائیں گے کہ یہ قرآن کے کلیے کے بالکل خلاف ہے، یہ سنت الٰہی کے خلاف ہے یہ نبی کے عملی تواتر کے خلاف ہے۔ بنابریں اسے منکرات میں ڈال دینا چاہیے۔ (صفحہ ۶۷،۶۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری کسوٹی کا تجزیہ:

موصوف کی دوسری کسوٹی بھی بلا دلیل ہی ہے اگرچہ انہوں نے اس کی اساس ایک روایت سے فراہم کی ہے مگر محدثین کے معیار پر یہ روایت قول رسول قرار ہی نہیں پاتی کہ وہ اسے ''ضعیف جدا'' کہتے ہیں (یعنی بہت ہی زیادہ کمزور)۔

(دیکھئے سلسلہ ضعیفہ ۱۰۹۰)

چونکہ موصوف کو روایات کے لئے سند کی ضرورت نہیں ہے تو اپنے افکار کے لئے وہ سند کیوں فراہم کرنے لگے۔ آگے جو دو باتیں مزید (بطور وضاحت کے) لکھی ہیں تو اس پر ہمارا یہ سوال ہے کہ ''الشیخ والشیخۃ'' والی روایت کس معروف عمل کے خلاف ہے؟ کن اصولوں، کلیات قرآنی، ارشادات اور احکامات و تواتر عملی کے خلاف ہے؟ اگر خلاف نہیں تو موصوف اس کے منکر کیوں ہیں؟

یہاں غالباً موصوف پھر کہنا چاہتے ہیں کہ سنت کا ماخذ روایات نہیں بلکہ تواتر عملی ہے گویا پھر مؤقّف بدل لیا ہے۔ (مگر تواتر عملی بھی یہی ہے کہ 'رجم' سنت ہے)۔

اصول اصلاحی:

تیسری کسوٹی قرآن مجید

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے ''سیاتیکم عنی احادیث مختلفة۔۔۔۔'' عنقریب تمہارے سامنے مجھ سے منسوب ایسی روایتیں آئیں گی جو باہم گر متناقض ہوں گی تو جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہوں تو وہ مجھ سے ہیں اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے مخالف ہوں وہ مجھ سے نہیں ہیں۔ (الکفایہ) (صفحہ ٦٩)

اس میں ہمیں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ کوئی حدیث جو کسی پہلو سے قرآن کے خلاف ہو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔۔۔۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدثین سے متعلق لکھتے ہیں کہ: بعض غالی اہل حدیث نے حدیث کو قرآن پر حاکم بنانے کی کوشش کی ہے، ان کے اس غلط مسلک کی تردید امام احمد رحمہ اللہ نے کر دی ہے۔ (مفہوماً) (صفحہ ۶۸)

پھر وہی قول امام احمد کا لکھا ہے کہ ''السنة تفسر الكتاب وتعرف الكتاب وتبينه'' (یعنی سنت کتاب اللہ کی تفسیر، تعریف اور وضاحت کرتی ہے)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے خیال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ان کے خیال میں منافی قرآن روایت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن ہر چیز کے جانچنے کے لئے محک اور کسوٹی ہے۔۔۔۔ (صفحہ ۶۹)

تیسری کسوٹی کا تجزیہ:

موصوف شاید اسی لئے سند حدیث سے زیادہ اس کے معنی و مفہوم پر زور دیتے ہیں تاکہ ضعیف و موضوع روایات کو اپنے حق میں (بوقت ضرورت) استعمال کر سکیں۔ یہاں پر جو روایت موصوف نے لکھی ہے وہ بھی پیمانہ محدثین پر پوری اتر کر صحیح قرار نہیں پاتی بلکہ ضعیف جداً۔ (یعنی بہت زیادہ ضعیف کی ڈگری اسے دی جاتی ہے۔)
(دیکھئے سلسلہ ضعیفہ ۱۰۶۹)

✮ ہمارے لئے یہ بات بڑی حیرت کا باعث ہے کہ موصوف نے گزشتہ بحث میں قرآن کو پہلی کسوٹی قرار دیا تھا اور یہاں تیسری کسوٹی، شاید ان کے پاس کسی ''امام کی مستند کتاب'' سے کوئی دلیل ہو گی؟

ہمارا مؤقف بیان ہو چکا کہ قرآن کے خلاف صحیح حدیث کا ہونا ممکن ہی نہیں ہے، اور اگر بظاہر ایسا دکھائی دے تو اس فن کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کہ وہ اس کی تطبیق و توفیق کے اہل ہیں (قرآن کی کسوٹی پر تفصیلی گفتگو گزشتہ صفحات میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزر چکی ہے دیکھ لیں)۔

محدثین رحمہم اللہ کو غالی کہنا بھی شاید موصوف کی انتہائی جسارت ہے۔ اور یہ انداز بھی موصوف کے عجمی النسل ہونے کی غمازی کرتا ہے۔ اہل ذوق و فن پر ایک بے ذوق و بے اصول شخص فتویٰ لگائے یہ بھی جناب کا ایسا اصول بے اصولی ہے جس کی کوئی دلیل کسی بھی "امام حدیث کی مستند کتاب" میں نہیں ہے۔

باقی رہا کہ سنت کتاب اللہ پر قاضی ہے اس کا تفصیلی جواب فہم سلف صالحین کی روشنی میں گزر چکا ہے، موصوف کا انداز تو ایسا ہے کہ گویا حدیث و سنت میں "زمین و آسمان" کا فرق ہے۔ مگر تردید حدیث کے لئے امام احمد رحمہ اللہ کا وہ قول پیش کرتے ہیں جس میں لفظ حدیث ہے ہی نہیں، جب وہ لفظ ہی نہیں تو اسے سے "غالی اہل حدیثوں" کے غلط مسلک کی تردید کیسے ہو گئی؟

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے خیال کی خود ساختہ ترجمانی سے انہیں اپنا ہمنوا اور پیش رو ثابت کرنا بھی مولانا کا واضح دھوکہ ہے کیوں کہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ تو اس بات کے قائل ہیں کہ "وجوب عمل میں اور لزوم تکلیف میں حکم کتاب اللہ اور حکم سنت رسول اللہ" میں کوئی فرق نہیں۔ (دیکھئے الکفایہ)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کا پیش کردہ قول صرف خبر واحد سے متعلق ہے۔ مطلقاً احادیث سے متعلق نہیں۔ لہٰذا مولانا کا اس سے مطلقاً احادیث پر استدلال بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور موصوف پھر منفرد ہو جاتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول اصلاحی:

چوتھی کسوٹی سنت معلومہ

سنن تواتر عملی سے ثابت ہیں، ان پر اخبار آحاد اثر انداز نہیں ہو سکتیں سنن روایات کے بالمقابل قدیم تر ہیں۔

سنت تواتر عملی سے ثابت ہے اس وجہ سے اس کے ردو قبول کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ (صفحہ ۷۰)

الفعل الجاری مجری السنہ (عمل قائم مقام سنت) کے منافی خبر واحد بھی قبول نہیں کی جائی گی۔ (صفحہ ۷۱،۷۰)

چوتھی کسوٹی کا تجزیہ:

موصوف نے صرف اپنی بے وزنی کتاب کو وزنی بنانے کے لئے ”چوتھی کسوٹی سنت معلومہ“ کا اضافہ کیا ہے جبکہ حقیقتاً یہ ”عمل معروف“ ہی ہے جس کو موصوف کسوٹی نمبر ۲ کے تحت لکھ چکے ہیں۔

موصوف نے پھر پینترا بدل لیا اور حدیث و سنت میں ”زمین و آسمان“ کا فرق رکھنا شروع کر دیا اور یہ دعویٰ پھر لوٹ آیا ہے کہ سنن تواتر عملی سے ثابت ہیں حالانکہ تواتر عملی کی دلیل موصوف کے ہاں حدیث ”فعلیکم بسنتی۔۔“ ہے جیسے کہ گزر چکا ہے۔اب کوئی بتائے کہ ہم بتائیں کیا؟

موصوف کو ”اخبار آحاد“ سے عداوت ہے اسی لئے وہ جذبات میں بھول جاتے ہیں کہ اخبار صرف آحاد ہی نہیں بلکہ متواتر بھی ہوتی ہیں اور اس کا اقرار تو موصوف بھی کر چکے ہیں۔ پھر نہ جانے خلط مبحث کیوں کرتے ہیں؟

☆ خبر واحد کے بارے میں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس سے عمل واجب ہوتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عقیدہ و عمل بھی حاصل ہوتا ہے اس کی حجیت و قبولیت کے دلائل موصوف کی پسندیدہ کتاب " الکفایہ " میں بھی بکثرت ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے "الرسالہ " میں ، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی " صحیح بخاری "میں ، امام ابن حزم رحمہ اللہ نے "الاحکام " میں اور امام ابن قیم رحمہ اللہ نے "اعلام الموقعین " میں خبر واحد کی حجیت و قبولیت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان کی طرف رجوع کیا جائے۔

لہٰذا موصوف خبر واحد کی عدم حجیت میں منفرد ہیں اور کسی بھی "امام حدیث کی مستند کتاب " سے کوئی دلیل نہیں رکھتے۔

جب سنت تواتر عملی سے ملتی ہے اور تواتر عملی کی دلیل حدیث "فعلیکم بسنتی " ہے اور حدیث و سنت مثل قرآن کے حجت ہے واجب الاتباع ہے، منزل من اللہ ہے تو پھر سنت کو قدیم ماننا اور حدیث کو جدید ماننا سراسر باطل ہے اور لغو ہے (تفصیل گزر چکی ہے)۔

اگر سنت ردو قبول کے معیار و پیمانہ سے نہیں گزرتی تو پھر بسا اوقات اسے موصوف رد کیوں کرتے ہیں کہ اس کی اساس قرآن پر نہیں ؟ عجیب تضاد بیانی ہے کہ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔

الفعل الجاری مجری السنہ کے منافی خبر واحد حجت نہیں مانی جائے گی تو پھر کیا خبر متواتر مانی جائے گی ؟ قبولیت خبر متواتر کی دلیل درکا ہے[1]۔

اصول اصلاحی :

پانچویں کسوٹی، عقل کلی

منافی عقل روایات قبول نہیں کی جائیں گی۔

(1) ہم منتظر رہیں گے کہ موصوف کے حواری کب اس کی دلیل دیتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں زیر بحث افراد وانفار کی عقل نہیں۔۔۔ صرف اس عقل سے بحث ہے جو بے لاگ ہو کر فیصلے کرتی ہے اور جس کے فیصلوں کو اس دنیا کے تمام عاقلوں کی تائید حاصل ہے۔ (صفحہ ۷۲)

ایسی تمام روایات رد کر دی جائیں گی جو عقل کلی کے منافی ہوں گی۔(صفحہ ۷۴)

پانچویں کسوٹی کا تجزیہ:

موصوف کی بیان کردہ پانچویں کسوٹی، صاحب ''الکفایہ'' کے ہاں پہلی کسوٹی کا درجہ رکھتی ہے، نیز وہ اسے خبر آحاد کے ساتھ خاص کرتے ہیں، جبکہ موصوف اسے تمام روایات پر مطلقاً جاری فرماتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں موصوف کا استدلال خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے قول سے کس طرح درست ہو گا؟

موصوف نے اس عقل کلی کو کسوٹی قرار دیا ہے جس کو دنیا کے تمام عاقلوں کی تائید حاصل ہو، کیا ہی اچھا ہوتا کہ موصوف اس ذات والا صفات کی بھی نشاندہی کر دیتے تو امت مسلمہ پریشان نہ ہوتی اور حدیث و سنت کی تفہیم میں ''عقل کلی'' کے پیمانے سے اسے گزارنے کے لئے اسی عقل مند کے حوالے کر دیتی۔

یقیناً ایسی روایات جو عقل کلی کے منافی ہوں انہیں ''محل نظر'' قرار دینا یا اس پر موضوع و ضعیف وغیرہ کا حکم لگانا محدثین کا ایک اصول ہے مگر اس کا موصوف کے حواری کیا جواب دیں گے کہ عقل انسانی تو کسی اسلامی حکم کے منافی ہو سکتی ہے، اس جھگڑے کا فیصلہ کون کرے گا؟(تفصیلی بحث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے)

چھٹی کسوٹی دلیل قطعی

دلیل قطعی کے منافی خبر واحد قبول نہیں کی جائے گی۔ (صفحہ ۷۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی کسوٹی کا تجزیہ:

موصوف نے دلیل قطعی تو لکھ دی مگر وہ ہے کیا بلا؟ کوئی تعریف نہیں کی البتہ اقسام بتادی ہیں کہ عقلی بھی ہوتی ہے، اور نقلی بھی اور طاقت وراتنی کہ خبر واحد (قول رسول) کو بھی رد کردے۔ سبحان اللہ! کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ دلیل قطعی کا اسم تو ہے مگر مسمیٰ نہیں ہے۔

شاید اس سے مراد مولانا کے ہاں قرآن، سنت متواتر، عمل معروف اور عقلی کلی ہی سے بنی ہوئی کوئی چیز ہے جسے انہوں نے چھٹی کسوٹی کا نام دے کر اپنی چھٹی حس کو خوش کیا ہے۔

مولانا کا اعتراض خبر واحد پر ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا خبر متواتر اس صورت میں قابل قبول ہو گی؟

اگر ہاں تو کیسے؟ کہ موصوف کے ہاں اس کا صحیح مسمیٰ ہی نہیں پایا جاتا، پھر بچا کیا۔۔۔"مبادی تدبر حدیث" بے چاری۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اصول غامدی:

مبادی تدبر سنت

مولانا امین احسن اصلاحی نے "مبادی تدبر حدیث" لکھ کر خود ساختہ اصولوں کو محدثانہ رنگ دینے کی کوشش کی تو ان کے شاگرد رشید جناب جاوید احمد غامدی(جو بالکل انہی کے نقش قدم پر گامزن ہیں بلکہ جناب اپنے شیخ وامام سے بھی دو قدم آگے ہیں) انہوں نے بھی "اصول و مبادی" لکھ کر جہاں اپنے استاذ کے الفاظوں کو نئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابقے اور لاحقے لگا دیئے وہیں چند ایک خود ساختہ اصول نام بدل کر تحریر کر دیئے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ خود بھی اپنے استاذ کی طرح بے اصولی ہی ہیں۔

''اصول مبادی'' کے آخر میں انہوں نے مبادی تدبر سنت اور ''مبادی تدبر حدیث'' ذکر کیے ہیں فقط انہی کی تحقیق و تجزیہ نگاری پیش خدمت ہے۔

لکھتے ہیں: سنن کیا ہیں؟ انہیں ہم نے اس مضمون کی تمہید میں بالکل متعین طریقے پر پیش کر دیا ہے۔۔۔ (صفحہ ۷۱)

پہلا اصول یہ ہے کہ سنت صرف وہی چیز ہو سکتی ہے جو اپنے نوعیت کے لحاظ سے دین ہو۔۔۔۔ (صفحہ ۷۲)

صحیح مسلم سے ''انما انا بشر اذا امرتکم بشئ من دینکم فخذوا بہ۔۔۔'' نقل کی ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ سنت کا تعلق تمام تر عملی زندگی سے ہے، یعنی وہ چیزیں جو کرنے کی ہیں۔ علم و عقیدہ، تاریخ، شان نزول اور اس طرح کی دوسری چیزوں کا سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (صفحہ ۷۳)

سنت کا لفظ ہی اس سے ابا کرتا ہے کہ ایمانیات کی قسم کی کسی چیز پر اس کا اطلاق کیا جائے۔ (اصول و مبادی)

غامدی صاحب کی تعریف سنت:

غامدی صاحب کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں کہ سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید و اصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔ اس ذریعہ سے جو دین ہمیں ملا ہے وہ یہ ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادات:

(۱)نماز،(۲)زکوٰۃ اور صدقہ فطر،(۳)روزہ و اعتکاف۔(۴)حج و عمرہ،(۵)قربانی اور ایام تشریق کی تکبیریں۔

معاشرت:

(۱)نکاح و طلاق اور ان کے متعلقات،(۲)حیض و نفاس میں زن و شو کے تعلق سے اجتناب۔

خوردو نوش:

(۱)سؤر،خون،مردار اور اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کی حرمت، (۲)اللہ کا نام لے کر جانوروں کا تذکیہ۔

رسوم و آداب:

(۱)اللہ کا نام لے کر دائیں ہاتھ سے کھانا پینا،(۲)ملاقات کے موقع پر السلام علیکم کہنا اور اس کا جواب،(۳)چھینک آنے پر الحمدللہ اور اس کے جواب میں یرحمک اللہ (۴)نومولود کے دائیں کام میں اذان اور بائیں میں اقامت ، (۵)مونچھیں پست رکھنا،(۶)زیر ناف بال کٹنا،(۷)بغل کے بال صاف کرنا،(۸)بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا،(۹)لڑکوں کا ختنہ کرنا،(۱۰)ناک منہ اور دانتوں کی صفائی،(۱۱)استنجا،(۱۲)حیض و نفاس کے بعد غسل ،(۱۳)غسل جنابت،(۱۴)میت کا غسل،(۱۵)تجہیز و تکفین،(۱۶)تدفین،(۱۷)عید الفطر،(۱۸)عید الاضحیٰ۔ (صفحہ ۱۱،۱۰)

سنت یہی ہے اور اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (اصول مبادی ۱۱،۱۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول غامدی کا جائزہ:

غامدی صاحب کی تعریف سنت خود ساختہ وخود کشیدہ ہے، سنت کی یہ تعریف چودہ سو سال سے کسی بھی امام حدیث و فقہ نے نہیں کی نہ امام ابن تیمیہ نے نہ ہی امام ابن قیم نے اور نہ ہی امام شوکانی و شاطبی وغیرہ نے (رحمہم اللہ)

مگر موصوف اکثر اپنی تقریروں میں (مذکورہ) ائمہ حدیث کا نام لے کر یہ باور کراتے رہتے ہیں کہ میں ان کے نقش قدم پر گامزن ہوں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اگر سنت کی خود ساختہ تعریف کرنا (اصطلاحاً) غامدی صاحب کے لئے جائز ہے تو پھر یہ اجازت کسی کو بھی حاصل ہو سکتی ہے، اور اس طرح ہر ایک کی دینی اصطلاح اپنی ہی ہو گی اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ کسی کے ہاں سنت دین ابراہیم علیہ السلام کی روایت ہو گی تو کسی کے ہاں دین آدم علیہ السلام کی روایت کہ اصل تو وہی ہیں۔ کسی کے ہاں دین نوح علیہ السلام کی روایت سنت ہو گی تو کسی کے ہاں دین عیسیٰ علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کی روایت سنت قرار دی جائے گی، اور یہی نہیں بلکہ پھر ہر دینی حکم کی اصطلاح جدا جدا ہو جائے گی، کسی کے ہاں نماز سے مراد "نظام ربوبیت" ہو گا، اور کسی کے ہاں نماز سے مراد صراط مستقیم کی پیروی، اصطلاحات کو بدل ڈالنا منکرین حدیث (غلام احمد پرویز اور اس کے رفقاء کا طرز عمل تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علمائے اسلام کو اس کے کفر کے فتوے صادر کرنے پڑے۔

موصوف[1] کے استاذ اور امام بھی اصطلاحات کے بدل ڈالنے کو منکرین حدیث کی جسارت قرار دیتے ہیں (دیکھئے مقدمہ تدبر قرآن) گویا موصوف صرف سنت کی اصطلاح

([1]) اصطلاحاً تبدیلی کے بعد ماننے کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا کہ میں سنت کو مانتا ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدل ڈالنے سے ہی اپنے استاذ کے ہاں منکر حدیث قرار پاتے ہیں۔

اہل السنہ والجماعۃ کے تمام ائمہ، فقہا اور علما کے ہاں سنت سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، افعال اور اقرار ہیں اور سنت وہ حکمت ہے جو منزل من اللہ ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے "الرسالہ" میں اور امام ابن قیم رحمہ اللہ کی "تفسیر قیم" میں لکھا ہے۔ اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (دینی اعتبار سے) تمام اقوال و افعال اور اقرار و اثبات اللہ کی وحی کے تابع تھے۔

غامدی صاحب نے یہ کہہ کر "سنت صرف وہی چیز ہو سکتی ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے دین ہو"۔

اپنی زبان و قلم سے ہی قرآن کی تحدید و تخصیص کر دی ہے۔ قرآن مجید مطلقاً کہتا ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنہ" (سورہ احزاب) اب یہ غامدی صاحب ہی بتائیں گے کہ انہیں یہ اختیار حد بندی قرآن نے دیا ہے یا نہیں؟

غامدی صاحب کا اس مؤقّف میں صحیح مسلم کی حدیث نقل کرنا بھی عجیب ہے کہ یہ ان کے ہاں سنت سے جدا ہے اور اگر یہ صرف حدیث ہی ہے تو (ان کے ہاں) اس سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ کبھی درجہ یقین کو نہیں پہنچتا۔ (اصول مبادی دیکھئے)

تو پھر یہاں پیش کر کے اس سے علم یقینی ثابت کرنا چہ معنی دارد؟ اگر مذکورہ "نظریہ خود ساختہ" صحیح ہے تو حدیث پیش کرنا غلط اور اگر حدیث پیش کرنا صحیح ہے تو نظریہ غلط ہو گیا۔ فافھم

سنت کو صرف عملی زندگی سے خاص کر دینا بھی غامدی صاحب ہی کا کمال ہے۔

جس میں وہ تمام ائمہ و علما سے بالکلیہ منفرد ہیں۔ کیا غامدی صاحب بتانا پسند کریں گے کہ انہوں نے کس دلیل سے ایسا کیا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر لفظ سنت ہی (جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے) دیگر معنوں سے ابا کرتا ہے تو پھر انہوں نے عبادت کی جو فہرست پیش کی ہے وہ سنت ہوئی مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اب اگر یہ صحیح ہے تو "قانون عبادات[1]" میں انہوں نے انہیں عبادات میں سے بعض پر لفظ فرض استعمال کیا ہے وہ کس دلیل سے؟ کیا لفظ سنت اس سے ابا نہیں کرتا؟

عقیدہ وہ ایمانیات کو سنت سے بلا دلیل خارج کر دینا بھی غامدی صاحب کا سوء فہم ہے، کیوں کہ جب ان کے ہاں سنت وہی ہے جو دینی نوعیت رکھتی ہو تو پھر وہ دین کیسا ہو گا جو بلا عقیدہ و ایمان ہو گا؟

موصوف کی پیش کردہ سورہ نحل کی آیت بھی جس پیرائے میں آئی ہے اس سے مراد عقیدہ توحید ہی لیا جا سکتا ہے کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے شرک سے اپنے دامن کو بچا کر عقیدہ توحید سے وابستہ رکھا اسی طرح تم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے عقیدہ توحید سے وابستہ رہو۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "والصحیح الاتباع فی عقائد الشرع دون الفرع" اور اس کی دلیل "لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا" سے لی ہے۔ (تفسیر قرطبی دیکھیں)

اور یہ بات تو کسی ادنیٰ طالب علم پر بھی مخفی نہیں ہے کہ ہر عمل کے پیچھے ایک عقیدہ ہوتا ہے جو عمل کی ترغیب دیتا ہے[2]۔

عبادات میں جو سنتیں لکھی ہیں ان میں نکاح، طلاق، ایام حیض و نفاس میں زن و شو کے تعلق سے اجتناب ہیں۔

([1]) قانون عبادات غامدی صاحب کی کتاب ہے۔

([2]) سنت سے عقیدہ و ایمان کے مسائل نہیں ملتے یہ بات فی نفسہ ایک عقیدہ ہے اور بلا دلیل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خور و نوش میں جو سنتیں لکھی ہیں ان میں سؤر، غیر اللہ کے نام پر ذبح کردہ جانور، اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا ہے۔

رسول و آداب میں جو سنتیں لکھیں ہیں ان میں ملاقات پر السلام علیکم، حیض نفاس کے بعد غسل، غسل جنابت تدفین وغیرہ۔

یہاں تو غامدی صاحب ان امور کو سنت سے تعبیر کر رہے ہیں، مگر آگے چل کر ایک قاعدہ ایسا لکھتے ہیں جو یک لخت ان سب کو سنت سے خارج کر دیتا ہے۔

لکھتے ہیں: عملی نوعیت کی وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہو سکتیں جن کی ابتدا پیغمبر کے بجائے قرآن سے ہوئی۔۔۔(صفحہ ۴۷ اصول و مبادی) (تیسرے اصول کے تحت تفصیلی گفتگو آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ)

اب کوئی بتائے کہ ہم بتائیں کیا؟ جن چیزوں کی اوپر ہم نے سرسری نشاندہی کی ہے کیا ان کی ابتدا قرآن سے نہیں ہوتی؟ اگر ہوتی ہے تو وہ (بقول غامدی صاحب) سنت نہیں ہیں، اور جب وہ سنت ہی نہیں ہیں تو پھر انہیں سنت میں شامل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ پھر دین ابراہیم و سنت ابراہیمی سے کیا ملا؟

اچھا ایک اور سوال ہے کہ کیا واقعی غامدی صاحب کی پیش کردہ فہرست سنت صرف ابراہیم علیہ السلام سے ملتی ہے؟ تو ان سے قبل کے انبیاء گویا (نعوذباللہ، استغفراللہ) نکاح وغیرہ اور ایام حیض میں مقاربت سے اجتناب وغیرہ کو نہیں جانتے تھے۔

اگر جانتے تھے تو یہ سب ان کی سنتیں ہوئیں، نہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی؟ مگر بات وہی ہے کہ غامدی صاحب کے تمام اصول خود ساختہ ہیں جو کسی اصول پر قائم نہیں ہیں۔

غامدی صاحب کے خود ساختہ اصول [1] کوئی دلیل رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں

([1]) پچھلے صفحے پر اس کی مثال گزری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر طاقت ضرور رکھتے ہیں جو قطعی سنت کو بھی یک لخت ختم کر دیتے ہیں۔ سبحان اللہ

امام ابن رجب رحمہ اللہ "جامع العلوم والحکم" میں سنت کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فعليكم بسنتي۔۔۔۔ فيشمل ذلك التمسك بما كان عليه هو وخلفاؤه الراشدون من الاعتقادات والاعمال والاقوال وهذه هي السنة الكاملة ولهذا كان السلف قديما لا يطلقون اسم السنة الاعلى ما يشمل ذلك كله"

"(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان) میری سنت کو لازم پکڑ لو۔۔۔ یہ حکم ہر اس عقیدے، عمل اور اقوال کے تھامنے کو شامل ہے جسے صحابہ (خلفاء راشدین) نے اختیار کیا ہوا تھا۔ یہی کامل مکمل سنت ہے۔ اور سلف صالحین ان تمام باتوں پر سنت کا اطلاق کرتے تھے۔"

غامدی صاحب کی سنت کی تعریف بالکل خود ساختہ ہے، ان کے پاس ان کی پسندیدہ کتابوں "الموافقات و اعلام الموقعین" وغیرہ سے کوئی دلیل نہیں۔ نیز ہزاروں سنتوں کو فقط ستائیس[1] سنتوں میں محصور کر دینا بھی انہی کا کمال ہے۔ جس میں کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں، اسی لئے وہ کہتے ہیں "ہمارے نزدیک، میرے نزدیک یہ یوں ہے" وغیرہ وغیرہ۔

اور ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ موصوف نے اپنے امام استاذ امین احسن صاحب کی طرح سنت کو گھر کی لونڈی بنا رکھا ہے۔ جب چاہا جدھر چاہا گھما دیا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب اصطلاحی تعریف ہی بدل ڈالی تو پھر بچا کیا؟

(1) پہلے ان کے ہاں سنتیں ۴۰ تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا اصول غامدی

یہ ہے کہ عملی نوعیت کی وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہو سکتیں جن کی ابتدا پیغمبر کے بجائے قرآن سے ہوئی ہے۔ نبی ﷺ کے بارے میں معلوم ہے کہ آپ نے چوروں کے ہاتھ کاٹے ہیں، زانیوں کو کوڑے مارے ہیں، اوباشوں کو سنگ سار کیا ہے، منکرین حق کے خلاف تلوار اٹھائی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی چیز کو بھی سنت نہیں کہا جاتا۔

یہ قرآن کے احکام ہیں جو ابتداءً اسی میں وارد ہوئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعمیل کی ہے۔۔۔ کسی چیز کا حکم اگر اصلاً قرآن پر مبنی ہے اور پیغمبر نے اس کی وضاحت فرمائی ہے یا اس پر طابق النعل بالنعل عمل کیا ہے تو پیغمبر کے اس قول و فعل کو ہم سنت نہیں کہیں گے بلکہ قرآن کی تفہیم و تبیین اور اسوۂ حسنہ سے تعبیر کریں گے۔۔۔ (صفحہ ۷۴)

چوتھا اصول غامدی

یہ ہے کہ سنت پر بطور تطوع عمل کرنے سے بھی وہ کوئی نئ سنت نہیں بن جاتی۔۔۔ یہی معاملہ کسی کام کو اس کے درجہ کمال پر انجام دینے کا بھی ہے۔ نبی ﷺ کا وضو اور غسل اس کی بہترین مثالیں ہیں۔۔۔ اس میں کوئی چیز اصل سے زائد نہیں ہے کہ اسے الگ سنت قرار دیا جائے۔۔۔ (صفحہ ۷۵،۷۴)

ان دونوں اصولوں کا تجزیہ:

تیسرے اصول کے تحت جو کچھ غامدی صاحب نے لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی تفہیم، تبیین، اسوۂ حسنہ اور سنت میں باہم تفاوت ہے۔ سنت اصلاً پیغمبر کے قول و فعل اور تقریر و تصویب پر مبنی ہیں۔ اگر کسی مسئلے کی ابتدا قرآن سے ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو پھر وہ سنت قرار نہیں دیا جا سکتا وغیرہ وغیرہ۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے غامدی صاحب کی پیش کردہ سنت کی فہرست میں سے ایسے اعمال کی نشاندہی کر دی ہے جن کی ابتدا قرآن سے ہوتی ہے مگر موصوف انہیں سنت میں شامل کرتے ہیں۔ اب اگر پہلا مؤقّف درست ہے تو دوسرا غلط اور اگر دوسرا صحیح ہے تو پہلا مؤقّف غلط ہے۔ یہ فکری و نظری اختلاف کیوں؟ شاید صرف اس لئے کہ انہوں نے سنت کی خود ساختہ تعریف کر کے اپنے لئے مسائل کھڑے کر لئے ہیں۔ اگر وہ ائمہ سلف صالحین کے راستے پر گامزن رہتے ان کی اصطلاحات کے معنی نہ بدلتے تو آج پریشان ہوتے اور نہ ہی کفر و ضلالت کے فتوے ان کے تعاقب میں ہوتے۔ مگر پھر انہیں جانتا کون؟

"شہرت کے ہم حریص ہیں عزت سے نہیں کام بدنام گر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا؟"

غامدی صاحب پہلے کہہ چکے ہیں کہ دین دو صورتوں میں ہم تک پہنچا ہے۔ (صفحہ ۱۰)

اور زیر نظر بحث میں ایک تیسری چیز بھی ذکر کرتے رہے ہیں اور وہ ہے اسوۂ حسنہ یعنی تفہیم و تبیین قرآن سے۔ گویا ابھی تک موصوف کا ذہن انتشار و خلفشار کا شکار ہے کہ دین کے ماخذ کیا کیا ہیں؟ موصوف یہاں تو سنت اور تفہیم و تبیین کو الگ الگ ثابت کر رہے ہیں مگر کیا کیا جائے کہ اپنی کتاب "برھان" (جو بے برھان ہے) میں سنت ہی کو تبیین و تفہیم اور تشریح کا اختیار تفویض کرتے ہیں۔ یہ کیا طرفہ تماشہ ہے ہمیں کوئی سمجھا دے۔

اگر تفہیم و تبیین سنت کر سکتی ہے تو پھر سنت اس سے الگ کیسے ہو گئی؟ اور 'برھان' کی عبارت سے تو سمجھ آتا ہے کہ موصوف نے یہاں سنت کی تعریف بھی بدل دی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں کہ بقول ان کے سنت دین ابراہیم کی روایتوں کا نام ہے اور ان کی تعداد ستائیس ہے۔تو پھر تبیین و تفہیم قرآن ستائیس سنتوں میں کس سے ماخوذ ہے؟

زیر نظر سطور میں موصوف نے اوباشوں کے سنگسار کرنے کا ذکر کیا ہے اور اس کی ابتدا قرآن سے بتا کر اسے سنت سے خارج کیا ہے۔ہمارا یہ سوال ہے کہ یہ مسئلہ قرآن کی کس آیت سے ابتداءً ثابت ہے؟ ذرا بتایئے۔

غامدی صاحب ذرا یہ بھی بتائیں کہ آپ کے ہاں جو چیز سنت ہے وہ وحی الٰہی سے ملی ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے؟ کس پیغمبر پر اتری تھیں اس کی دلیل کیا ہے؟

اگر وہ واقعی وحی ثابت ہو جاتی ہیں تو ثابت ہو جائے گا کہ وحی دو طرح نازل ہوئی (۱) جلی، (۲) خفی۔

چوتھے اصول میں صرف لفاظی ہے جب کہ مفہوماً وہ تیسرے اصول ہی کا حصہ ہے اور الفاظ دیکھیں باہم متناقض ہیں۔ بطور تطوع کے سنت پر عمل سے وہ کوئی نئی سنت نہیں بن جاتی؟

۔۔۔ مگر اپنی اولین حیثیت میں ایک مرتبہ سنت قرار پا جانے کے بعد بار بار سنن کی فہرست میں شامل نہیں کر سکتے۔ (صفحہ ۷۵، ۷۴)

ان عبارتوں سے کیا سمجھ آتا ہے؟ حالانکہ موصوف جو خود انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ سنت قطعی ہوتی ہے (خود ہی لکھا ہے) جو ہر وقت سنت ہی رہے گی چاہے ایک مرتبہ اس پر عمل ہو یا ایک ہزار مرتبہ۔۔۔

نوافل کا اہتمام کم از کم ایک مرتبہ موصوف کے ہاں سنت قرار پاتا ہے، اس سے زیادہ نہیں کیوں کہ پھر فہرست طویل ہو کر ستائیس کے بجائے ستائیس سو بھی ہو سکتی ہے اور موصوف کے ہاں سنت یہی ہیں جو قطعی ہیں۔

غسل اور رضو کا طریقہ موصوف کے ہاں اصل سے زائد نہیں بلکہ اصل کو مکمل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دینا ہے۔لہٰذا سنت بھی نہیں (اور یہی تیسرا اصول ہے) بلکہ اسوۂ حسنہ ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسوۂ حسنہ کہاں سے ملے گا؟تواتر عملی سے۔۔۔ نہیں کیوں کہ اس سے تو موصوف کے ہاں سنت ملتی ہے (اگرچہ سنت کی تعریف نہ ملے) حدیث سے اسوۂ حسنہ ملے گا؟ نہیں کیوں (غامدی صاحب کو) اس سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا؟ تو پھر کہاں سے ملے گا؟ شاید 'حلقہ اشراق' ابھی اسے تلاش کر رہے ہوں گے؟ ان سے التماس ہے کہ ذرا اسوۂ حسنہ کی شرعی حیثیت بھی متعین کر دیں حجت ہے یا نہیں؟

پانچواں اصول غامدی

یہ ہے یہ وہ چیزیں جو محض بیان فطرت کے طور پر آئی ہیں وہ بھی سنت نہیں ہیں۔ الّا یہ کہ انبیاء علیہم السلام نے ان میں سے کسی چیز کو اٹھا کر دین کا لازمی جز بنا دیا ہو، کچلی والے درندوں، چنگال والے پرندوں اور پالتو گدھے کا گوشت کھانے کی ممانعت سے متعلق نبی ﷺ کے ارشادات اسی قبیل سے ہیں۔

'۔۔۔لا اجد فیما اوحی الی' اور 'انما حرم علیکم' کی تحدید کے بعد یہ اسی فطرت کا بیان ہے جس کے تحت انسان ہمیشہ سے جانتا ہے، شیر اور چیتے اور ہاتھی کوئی کھانے کی چیز ہیں، اور نہ گھوڑے اور گدھے دستر خوان کی لذت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔۔۔ (صفحہ ۷۶،۷۵)

پانچویں اصول کا تجزیہ:

پانچویں اصول کے تحت موصوف کی قلمی موشگافی پچھلے مؤقّف سے متصادم ہے۔ گزشتہ صفحات میں لکھا تھا 'سنت صرف انہیں چیزوں کو کہا جائے گا جو اصلاً پیغمبر کے قول و فعل اور تقریر و تصویب پر مبنی ہیں'۔ (مبادی صفحہ ۷۴)

اب جب کہ نبی علیہ السلام کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کچلی والے درندے اور گھریلو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گدھے وغیرہ کی حرمت سامنے آئی تو موصوف نے اسے بیان فطرت کہہ کر بیان شریعت سے جدا کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ یہ بھی سنت میں شامل نہیں۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ اگر اسے سنت میں شامل کیا گیا تو غامدی صاحب کی پیش کردہ فہرست سنت طویل ([1]) ہو جائے گی، اور یہ انہیں گوارا نہیں کہ اس کی قطعیت پر حرف آتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ایک نیا اصول پیش کر کے اسے سنت سے ہی خارج کر دیا۔

'جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے'۔

غامدی صاحب کو کلی طور پر یہ ردو قبول کی اتھارٹی نہ جانے کہاں سے حاصل ہوئی ہے۔ پہلے موصوف نے انبیاء کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ اگر کسی چیز کو اٹھا کر دین کا جز بنا دیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ شکر اللہ کا موصوف نے یہ اختیار تو انبیاء کے پاس رہنے دیا۔ مگر کیا وہ اس بات پر غور کریں گے کہ نبی علیہ السلام کا مذکورہ جانوروں کو حرام قرار دینا اسے دین ہی قرار دینا تھا یا نہیں؟ اگر یہ دین نہیں ہے تو کیا کسی کے لئے ان مذکورہ جانوروں کو اپنی فطرت کے تحت حلال سمجھ کر کھانا جائز ہے؟

غامدی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ اسی فطرت کا بیان ہے جس کے تحت انسان ہمیشہ سے جانتا ہے۔۔۔ سراسر دھوکہ دہی پر مبنی لفاظی ہے کیوں کہ اگر انسان ہمیشہ سے یہ جانتا ہے کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے۔ اس کی فطرت میں شامل ہے تو پھر اس بیان نبوی کے کیا معنی؟

کیا نبی علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ یہ مسئلہ تو سب کی فطرت میں شامل ہے۔ سب جانتے ہیں، غامدی صاحب نے اسے بیان فطرت قرار دے کر نبی علیہ السلام سے وہ اختیار

([1]) اس سے بڑھ کر حدیث کے ساتھ تمسخر اور استہزا اور کیا ہو گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھیننے کی ناپاک جسارت کی ہے جو اللہ تعالیٰ نے 'یحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث' (اعراف ۱۵۷)(ترجمہ: پاکیزہ چیزیں ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور خبیث چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں) کہہ کر آپ کو تفویض کیا تھا اور اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ بیان شریعت ہے اور دین کا جز ہے۔

غامدی صاحب نے شریعت مطہرہ پر ایک افترا یہ کیا ہے کہ 'شریعت نے بھی ان جانوروں کی حلت و حرمت کو اپنا موضوع نہیں بنایا بلکہ انسان کو اس کی فطرت ہی کی رہنمائی پر چھوڑ دیا ہے۔ (صفحہ ۴۲)

استغفر اللہ، معاذ اللہ کیا حرکت کی ہے موصوف نے! ایسے عقل کے اندھوں کو یہ آیت نظر نہیں آتی:

''ولو تقول علینا بعض الاقاویل لا خذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین'' (الحاقه)

ترجمہ: ''اگر وہ خود گھڑ کر بعض باتیں ہماری طرف منسوب کرتا ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم کاٹ دیتے اس کی رگ دل''۔

غامدی صاحب کی اس جسارت ناپاک پر ہم انہیں کیا فتویٰ دیں؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بآیات اللہ'' (النحل آیت ۱۰۵)

ترجمہ: ''آیات اللہ کے منکر ہی کذب و افترا کا راستہ اختیار کرتے ہیں''۔

اگر شریعت میں صرف چار چیزیں ہی حرام ہیں تو پھر غامدی اور ان کے رفقاء کتے، بلے، بندر وغیرہ کھالیا کریں۔ کیا خیال ہے؟ اگر فطرت سے حرام ہیں تو موصوف کو کسی نہ کسی لئے تو گنجائش رکھنا ہی ہوگی کہ فطرت سب کی جدا جدا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا اصول غامدی

یہ ہے کہ وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہو سکتیں جو نبی ﷺ نے لوگوں کی رہنمائی کے لئے بتائی تو ہیں لیکن اس رہنمائی کی نوعیت ہی پوری قطعیت کے ساتھ واضح کر دیتی ہے کہ انہیں سنت کے طور پر جاری کرنا آپ کے پیش نظر ہی نہیں ہے۔۔۔ اس کی ایک مثال نماز میں قعدے کے اذکار ہیں۔۔۔ (صفحہ ۷۶)

لہذا سنت صرف یہی ہے کہ ہر نماز کی دوسری اور آخری رکعت میں نماز پڑھنے والا دوزانوں ہو کر قعدے کے لئے بیٹھے۔ (صفحہ مذکورہ)

چھٹے اصول کا تجزیہ:

موصوف سنت کی خود ساختہ تعریف کر کے پھنس گئے ہیں اور پھڑ اپھڑا رہے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں تو کبھی کچھ۔ پیغمبر کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کو اصلاً سنت قرار دیتے ہیں اس شرط کے ساتھ کے اس کی ابتدا قرآن سے نہ ہو اور جب اس تعریف پر پوری سنت آتی ہے تو کہتے ہیں یہ سنت ہی نہیں، اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ اسی (روایت سے نہ کہ تواتر عملی سے) جس سے قعدے کے اذکار ملے قعدے کی سنیت پر دلیل لے لی ہے۔

آخر کیوں؟ اور اذکار کا انکار کر دیا کیوں؟

"أفتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض"[1] (بقرۃ ۸۵)

یہ طرز عمل یہود و نصاریٰ کا ہے۔

اگر کلی طور پر قول و فعل اور تقریر کی روایت حجت نہیں اور سنت اس سے ثابت نہیں ہوتی تو پھر اس سے جزوی طور پر سہارا لے کر قعدے کو سنت کہنا کیا معنی

([1]) ترجمہ: کیا تم کتاب اللہ کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصے کے منکر ہو؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہے؟

موصوف کو چاہیئے کہ یہاں وہ گھبرا کر سنت کا انکار نہ کریں، بلکہ اپنے استاذ و امام امین احسن کی بات مان لیں کہ 'ایک ہی معاملے میں سنت مختلف بھی ہو سکتی ہے'۔

(مبادی تدبر حدیث)

مگر کیا کریں کہ اس اصول کو مان کر سنت کی قطعیت کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ قعدے کے اذکار کو غامدی صاحب سنت مانیں یا نہ مانیں ان کا اصول 'تواتر عملی' اسے سنت ہی ثابت کرتا ہے، اب شاید اصول ہی بدل ڈالیں۔

موصوف کے نزدیک عبادات میں نماز سنت ہے اب اگر نماز سنت ہے تو اس کی ہر ادا سنت ہے۔ علیحدہ سے قعدے کو سنت قرار دینا اور اس کے اذکار کو سنت سے خارج کر دینا کس اصول سے ہے؟

اس کا معنی تو یہ ہوا کہ جاوید غامدی صاحب بھی دین و سنت کا اصل مرجع و ماخذ ہیں جو چاہیں دے دیں اور جس سے چاہیں روک دیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ موصوف کہیں مزاج شناس رسول ہونے کے ساتھ ساتھ رسول ہونے کا بھی دعویٰ نہ کر دیں۔ لاقدر اللہ له۔

ساتواں اصول غامدی

یہ ہے کہ جس طرح قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح سنت بھی اس سے ثابت نہیں ہوتی۔ سنت کی حیثیت دین میں مستقل بالذات ہے۔ (صفحہ ۷۶)

اخبار آحاد کی طرح اسے لوگوں کے فیصلے پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا کہ وہ چاہیں تو اسے آگے منتقل کریں اور چاہیں تو نہ کریں۔ لہٰذا قرآن ہی کی طرح سنت کا ماخذ بھی امت کا اجماع ہے۔ (صفحہ ۷۷)

اخبار آحاد کی وضاحت بھی غامدی صاحب سے سنیئے لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کے اخبار آحاد جنہیں بالعموم 'حدیث' کہا جاتا ہے۔ (صفحہ ۱۱)

ساتویں اصول کا تجزیہ:

غامدی صاحب کی الٹی بہتی ہوئی گنگا کسی بھی عاقل کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ان کے تمام 'اصول مبادی' ہی خود ساختہ ہیں، پہلے وہ سنت کو دین ابراہیم کی روایت قرار دیتے ہیں، پھر اس کا مرجع اجماع صحابہ و تواتر عملی کو بتاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی پہلی اصطلاحی تعریف سنت کو خود اصلاح کی ضرورت ہے (جس کی وضاحت پیچھے گزر چکی ہے) سنت کا مرجع تواتر عملی کو قرار دینا یہ بھی صحیح نہیں کہ صحابہ کرام تو اس کو خود نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے ہی اخذ کیا کرتے تھے۔ گویا جو چیز ان کے ہاں سنت تھی وہ ہمارے ہاں غیر سنت بھی ہو سکتی ہے (اگر تائید عملی تواتر حاصل نہ ہو) اب یہ الگ الگ معیار کس دلیل پر قائم ہیں؟

جناب کے ہاں خبر واحد سے نہ قرآن ثابت ہوتا ہے اور نہ سنت، مگر موصوف جس عمل کو چاہیں تواتر عملی کی سند مہیا کر کے اسے سنت کا درجہ دے دیں۔

موصوف کا مطلقاً 'احادیث' کو اخبار آحاد قرار دینا بھی ان کے تجاہل عارفانہ کی دلیل ہے۔ حالانکہ ایک مبتدی طالبعلم بھی جانتا ہے کہ احادیث متواتر بھی ہوتی ہیں ،اور آحاد بھی۔ موصوف کا 'احادیث' کو مطلقاً اخبار آحاد کا نام دینا عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے، اور یہ بھی عجیب منطق ہے کہ اخبار آحاد بھی نبی عَلَيْهِ السَّلَام کے قول و فعل اور تقریر و تصویب پر ہی مشتمل ہوتی ہیں۔ جیسا کہ موصوف نے لکھا ہے، جب یہ مان لیا گیا کہ یہ قول و فعل اور تقریر و تصویب رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہے تو پھر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حجت کیوں نہیں؟ کیا موصوف نے سنت کی بھی یہی تعریف کی ہے؟ اگر یہی تعریف کی ہے اور یقیناً کی ہے تو پھر اس میں اور سنت میں فرق کیا ہوا؟

(یاد رہے کہ خبر واحد بھی موجب العلم والعمل ہوتی ہے، دیکھئے الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم)

قرآن و سنت کا ماخذ لوگوں کا قولی اور عملی تواتر کو قرار دینا گویا انہیں شارع قرار دینا ہے۔ جس چیز کو لوگوں کا قولی تواتر حاصل ہو جائے وہ قرآن بن گیا اور جسے عملی تواتر حاصل ہو جائے وہ سنت قرار پا جائے[1]۔

یہ انداز تو 'کنویں کے مینڈک' کا سا ہے۔ کیا انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اس دنیا میں ہر قوم و ہر علاقے میں تواتر قولی و عملی میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ کیا پھر بھی قرآن کا ماخذ ان کا تواتر قولی اور سنت کا ماخذ ان کا تواتر عملی قرار دیا جائے گا؟

اگر ایسا ہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ کئی قسم کے مصاحف علیحدہ علیحدہ قراءات پر مشتمل وجود میں آجائیں گے، اور کئی طرح کی سنتیں، نماز و روزہ میں گس آئیں گی۔ اور غامدی صاحب کے لئے انہیں مانے بغیر چارہ بھی نہیں ہو گا کہ مرجع و ماخذ تو یہی ہے۔

غامدی صاحب کو اس بات سے 'مفر' نہیں کہ تواتر عملی کو جاننے کے لئے واحد ذریعہ خبر ہے، اور اگر خبر قابل قبول نہیں تو پھر سنت و بدعت میں فرق کی کیا دلیل ہو گی؟

غامدی صاحب تواتر عملی اور تواتر قولی سے کیا کچھ ثابت کرتے ہیں؟ ہمیں اس سے غرض نہیں ہمیں تو انتظار ہے کہ وہ تواتر عملی سے اپنی خود ساختہ تعریف سنت ثابت کر دیں۔

---

(1) یہ حقیقت ہے کہ غامدی صاحب واحد ہیں اور ان کی خبر بھی واحد ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول غامدی:

مبادی تدبر حدیث

نبی علیہ السلام کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اخبار آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔۔۔ یہ چیز حدیث کے دائرے ہی میں نہیں آتی کہ وہ دین میں کسی نئے حکم کا ماخذ بن سکے۔۔۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح آپ کے اسوۂ حسنہ اور دین سے متعلق آپ کی تفہیم و تبیین کے جاننے کا سب سے بڑا اور اہم ترین ذریعہ حدیث ہی ہے۔ (صفحہ ۷۷)

ایک جگہ حدیث کے خلاف لب کشائی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص کا یہ مسئلہ محض سوء فہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے" (صفحہ ۴۱)

تحقیق و تجزیہ:

غامدی صاحب نے حدیث کی جو تعریف کی ہے تقریباً وہی تعریف سنت کی کی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سنت قطعی ہے یقینی ہے، قرآن سے مقدم ہے اور اس سے عملی زندگی ملتی ہے، جبکہ عقیدہ نہ سنت سے ملتا ہے اور نہ ہی حدیث سے!؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ مان لیا کہ حدیث و سنت رسول کے قول و فعل اور تقریر و تصویب پر مشتمل ہیں تو پھر کہنا کیسے صحیح ہو گا کہ ان دونوں میں فرق ہے؟

غامدی صاحب کے مطابق اسوہ حسنہ، تفہیم و تبیین، اور حدیث مترادف المعنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔تو پھر یہ بات تو قرآن سے ثابت ہوگئی کہ اس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ'' (احزاب)

ترجمہ:''رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین طرز زندگی موجود ہے''

اور اسوہ حسنہ حدیث میں ہے جس کا اقرار غامدی صاحب کو بھی ہے، پھر کیا وجہ ہے وہ عقیدہ و عمل میں ضافے کو حدیث سے خارج کرتے ہیں؟ اس کی دلیل ان کے پاس کیا ہے؟

اگر حدیث(اسوہ حسنہ رسول ﷺ) دین کے نئے حکم کا ماخذ نہیں بن سکتی تو پھر کون ہے جسے یہ اختیار حاصل ہو؟

شاید حدیث سے بڑا ذریعہ اور کوئی نہیں ہے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ سنت کا ذریعہ تواتر عملی نہیں بلکہ احادیث ہیں، جو صحیح سنتوں کا تعین کرتی ہیں۔

غامدی صاحب کا مطلقاً احادیث کو اخبار آحاد کہنا تجاہل عارفانہ ہے، سب جانتے ہیں کہ احادیث متواترہ بھی ہیں اور آحاد بھی۔(دیکھئے علوم الحدیث از صبحی صالح)

وضوء میں کلی کرنا، ناک میں پانی دے کر اسے جھاڑنا، کانوں کا مسح کرنا، اور ایک مرتبہ سے زیادہ (تین تین مرتبہ) اعضاء وضو کو دھونا ایک عمل ہے۔ جو قرآن میں نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے اور قرآن سے زائد عمل ہے اور یہ عمل احادیث سے ہی ہمیں ملتا ہے کہ، سنت کا ماخذ یہی ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ احادیث سے عمل دین میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

غامدی صاحب کو چاہیئے کہ اپنی پسندیدہ کتب 'الموافقات' اور 'اعلام الموقعین، الرسالہ' وغیرہ کا ذرا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔

سنت واحادیث میں کوئی فرق نہیں ہے، اسی لئے غامدی صاحب فرق خود ساختہ کرتے کرتے بھی پھسل گئے ،اور لکھ بیٹھے 'وحی خفی' سے جو ملے وہ پیغمبر کی حدیث و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت کہلاتی ہے'۔ (برہان[1])

دیکھ لیا آپ نے حدیث 'وحی خفی' ہے اور پیغمبر کی سنت بھی ہے۔

آگے جو غامدی صاحب نے حدیث سے نسخ، اور تحدید و تخصیص قرآن کو قلت تدبر اور سوء فہم قرار دیا ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ واقعی ان کے ہاں تو یہ حال ہے کہ وحی خفی یا جلی یہاں تک کہ اللہ کا وہ پیغمبر بھی جس پر یہ نازل ہوا ہے اس کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص یا اس میں کوئی ترمیم و تغیر نہیں کر سکتا۔ (صفحہ ۲۶ مبادی)

اب بتائیں پیغمبر و قول پیغمبر سے تو اختیار تحدید و تخصیص چھین لیا مگر خود جو چاہیں کرتے پھریں۔ جس کی مثال ہم نے پیچھے ذکر کی ہے کہ عام حکم ہے 'لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة' اور 'وما آتاکم الرسول فخذوہ' مگر غامدی صاحب نے تخصیص کر دی کہ عقیدہ و ایمانیات نہیں بلکہ فقط عملی زندگی سنت سے ملتی ہے جبکہ (ما انزل اللہ بھا من سلطان)، اس کی کوئی سند اللہ نے نازل نہیں کی۔

غامدی صاحب کے اس مؤقّف میں کوئی بھی امام حدیث ان کا ہمنوا نہیں ہے، بلکہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے 'الموافقات' میں، امام ابن قیم رحمہ اللہ نے 'اعلام الموقعین' میں، امام شافعی رحمہ اللہ نے 'الرسالہ' میں، اور امام ابن حزم نے 'الاحکام' میں ثابت کیا ہے کہ حدیث و سنت سے قرآنی حکم کی تحدید و تخصیص ہو سکتی ہے۔

نیز یہ کہ جناب کے امام و استاذ بھی اس کے ایک حد تک قائل تھے۔

(دیکھئے مبادی تدبر حدیث)

جب غامدی صاحب کے بقول حدیث سے حاصل ہونے والا علم درجہ یقین تک نہیں پہنچتا (صفحہ ۱۱) تو پھر اس ذریعے سے حاصل ہونے والی سیرت، سوانح، تفہیم و

[1] 'برھان' غامدی صاحب کی کتاب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبیین درجہ یقین تک کیسے پہنچے گی؟ اور جب یقین ہی نہیں ہو گا تو اس سے استفادہ کس طرح ہو سکے گا؟

اصول غامدی:

حدیث کی سند

نبی ﷺ کی نسبت سے جو چیز کسی بات کو حدیث کے درجے تک پہنچاتی ہے وہ اس کی سند ہی ہے راویوں کی عدالت ان کا ضبط اور سلسلہ روایت کا اتصال ۔۔۔ سند کی تحقیق کے لئے یہ معیار محدثین نے قائم کیا ہے اور ایسا قطعی ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔

حدیث کا متن

سند کی تحقیق کے بعد دوسری چیز حدیث کا متن ہے ۔۔۔ لیکن ہر انسانی کام کی طرح حدیث کی روایت میں بھی جو فطرتی خلا اس کے باوجود باقی رہ گئے ہیں ان کے پیش نظر یہ دو باتیں اس کے متن میں بھی لازماً دیکھنی چاہیئں۔

ایک یہ کہ اس میں کوئی چیز قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔

دوسری یہ کہ علم و عقل کے مسلمات کے خلاف نہ ہو ۔۔۔ اگر کوئی چیز قرآن کے خلاف ہے تو اسے لازماً رد ہونا چاہیئے۔ (صفحہ ۷۸،۷۹)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ولا یقبل خبر الواحد فی منفاۃ حکم العقل“

خبر واحد اس صورت میں قبول نہیں کی جاتی جب عقل اپنا فیصلہ اس کے خلاف سنا دے وہ قرآن کے کسی ثابت اور محکم حکم کے خلاف ہو۔ سنت معلومہ یا ایسے کسی عمل کے خلاف ہو جو سنت کی طرح معمول بہ ہو۔ کسی دلیل قطعی سے اس کی منافات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالکل واضح ہو جائے۔ (صفحہ ۸۰)

اصول غامدی کا تجزیہ:

تعجب ہے کہ آنجناب پچھلے آسمانی صحائف جو تحریف شدہ ہیں، منسوخ ہیں، ان کی قبولیت میں نہ کوئی سند کی قید لگاتے ہیں اور نہ متن کی۔

جب کہ حدیث کو قبول کرنے کے لئے ایسے ایسے اصول سامنے لے آتے ہیں کہ ان کی وجہ سے حدیث کے بارے میں شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں

غامدی صاحب نے سنت کی قبولیت میں بھی سوائے تواتر عملی اور اجماع کے کوئی قید نہیں لگائی اب نہ جانے ان کے پاس اپنے اس اصول کی کیا سند ہے؟

سنت اور حدیث میں فرق کے لئے غامدی صاحب نے کس سند کو استعمال کیا ہے، وہ آج تک تو نہیں ملی؟ اگر حدیث کی سند ہی اسے قول و فعل رسول قرار دلواتی ہے تو ہم یہ بات لکھ چکے ہیں کہ سنت کے حصول کا ذریعہ بھی صرف اور صرف خبر (حدیث) ہے۔ کوئی عمل اس وقت تک سنت قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ اس کی سند صحیح ثابت نہیں کر دی جائے، اور سند کتب حدیث میں ملے گی۔

امام ابن اثیر رحمہ اللہ (اور بہت سے ائمہ نے) بہت پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ سنت وحدیث میں کوئی فرق نہیں۔ لکھتے ہیں:

''ویقال فی ادلة الشرع الکتاب والسنة أی القرآن والحدیث[1]'' (النھایہ)

غامدی صاحب نے حدیث کے لئے سند کی شرط لگا کر اپنے استاذ و امام کا بھی رد کر دیا ہے (اگرچہ سند کی بات صحیح ہے) استاذ سند سے زیادہ معنی و مفہوم کی بات کرتے ہیں۔ (مبادی تدبر حدیث)

([1]) ترجمہ: ''ادلہ شرعیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کتاب و سنت یعنی قرآن وحدیث''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غامدی صاحب ایک طرف تو محدثین کے معیاری کام کو قطعی کہہ رہے ہیں، جس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جاسکتی اور دوسری طرف اسے انسانی کام قرار دے کر اس میں خلا بھی دکھا رہے ہیں۔

اب اگر پہلی بات صحیح ہے تو دوسری بات غلط اور اگر دوسری صحیح ہے تو پہلی بہر حال غلط ثابت ہوتی ہے۔

غامدی صاحب سند میں راویوں کی عدالت، ان کا ضبط اور سلسلہ روایت کا اتصال لازم قرار دیتے ہیں، اور اس معیار کا اطلاق بے لگام طریقے پر کرنے کا حکم صادر فرماتے ہیں چاہے روایات امہات کتب ہی میں کیوں نہ ہوں۔

شاید غامدی صاحب کے استاذ امین احسن صاحب اس 'قطعی معیار' کو نہیں جانتے تھے یا جانتے تو تھے مگر مانتے نہیں تھے۔ اسی لئے انہوں نے 'مبادی تدبر حدیث' میں 'ضعیف جداً' کے ساتھ ساتھ موضوعات شریف بھی لکھ ماری ہیں۔ بہر حال یہ استاد و شاگرد کا مسئلہ ہے۔

امہات کتب پر بھی 'اطلاق معیار' لاگو کرنا ضروری ہے مگر کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ائمہ محدثین رحمہم اللہ سارے معیارات کا اطلاق ان پر کر چکے ہیں، اسی لئے انہیں صحیحین اور صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا خطاب دے چکے ہیں۔ نیز شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے: 'من یھون امرھما فھو مبتدع متبع غیر سبیل المومنین' بخاری و مسلم کی شان گھٹانے والا بدعتی ہے اور اجماع امت مسلمہ سے منحرف ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ)

اب غامدی صاحب 'اطلاق معیار' علی امہات الکتب کا فتویٰ صادر کر کے شاید انہیں طلاق دینا چاہتے ہیں۔ ہمارا یہ مشورہ ہے کہ موصوف اس کام سے باز ہی رہیں کہ وہ اس کے اھل نہیں اور ائمہ محدثین اس کام سے فارغ ہو چکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متن حدیث کے بارے میں یہ قید کہ قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو اور علم و عقل کے مسلّمات کے خلاف نہ ہو۔ متن حدیث کو بھی ائمہ محدثین پرکھ چکے ہیں۔ اور ان کا یہ کام بالکل قطعی ہے، مذکورہ اصول انہوں نے ہی بیان کیے ہیں مگر اس کا خود ساختہ معنی جو غامدی صاحب لینا چاہتے ہیں وہ یہاں مراد نہیں ہے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ ضعیف و موضوع حدیث قرآن و سنت اور علم و عقل کے خلاف ہوتی ہے، اور یہ کام اس فن کے ماہر ہی کر سکتے ہیں۔

خبر واحد کی قبولیت میں جو قیود و شروط خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں غامدی صاحب نے ان کا مطلقاً استعمال کر کے خبر متواتر کو بھی رد کر دیا ہے۔ جیسے قراءات سبعہ اور مسئلہ رجم کی روایات۔ (البرھان اور فتح القدیر دیکھئے[1])

صاحب الکفایہ نے جو علت بیان کی ہے غامدی صاحب اس کو گول کر گئے ہیں وہ لکھتے ہیں: 'والعلة فی ذلك اذا لم یعلم ان الخبر قول رسول الله کان ابعد من العلم بمضمونه' اسی کی علت (یعنی قرآن و سنت اور علم و عقل کے خلاف عدم قبولیت) یہ ہے کہ جب خبر کا قول رسول ہونا ہی معلوم نہیں تو اس سے علم یقینی حاصل ہونا اپنے مضمون سے بہت دور ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ جب عقل کی بات ہوگی تو ہر کس و ناکس کی عقل مراد نہیں ہوتی بلکہ غامدی صاحب کے استاذ کے بقول وہ عقل مراد ہے جس کو دنیا کے تمام عاقلوں کی تائید حاصل ہو۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی بات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں اس خبر واحد کی بات کر رہے ہیں، جو ضعیف ہو نہ کہ مطلقاً خبر واحد کے وہ منکر ہیں۔ غامدی

(1) البرھان امام زرکشی رحمہ اللہ کی اور فتح القدیر امام شوکانی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کی طرح۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ تو خبر واحد کو حجت مانتے ہیں لکھتے ہیں (یحییٰ بن محمد کا قول):

"لا یکتب الخبر عن النبی حتی یرویه ثقة عن ثقة حتی یتناهی الخبر الی النبی بهذه الصفة ولا یکون فیهم رجل مجهول ولا رجل مجروح فاذا ثبت الخبر عن النبی بهذه الصفة وجب قبوله والعمل به وترك مخالفته" (الکفایة)

ترجمہ: "نبی ﷺ سے منقول خبر نہ لکھی جائے جب تک کہ ثقہ روای ثقہ سے روایت نہ کرے، یہاں تک کہ خبر (اسی طرح) نبی ﷺ تک جا پہنچے اور اس میں کوئی راوی مجہول و مجروح نہ ہو، جب اس طرح خبر نبی ﷺ سے ثابت ہو جائے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے، اس پر عمل کرنا بھی واجب ہے، اور پھر اس کی مخالفت چھوڑ دینا بھی واجب ہے"۔

الکفایہ میں باب قائم کرتے ہیں 'باب ذکر بعض الدلائل علی صحة العمل بخبر الواحد ووجوبه'[1]

اس باب کے آخر میں لکھتے ہیں:

"وعلی العمل بخبر الواحد کان کافة التابعین، ومن بعدهم من الفقهاء الخالفین فی سائر امصار المسلمین الی وقتنا هذا ولم یبلغنا عن احد منهم انکار لذلك ولا اعتراض علیه فثبت ان من دین جمیعهم وجوبه اذ لو کان فیهم من کان لا یری العمل به لنقل الینا الخبر عنه بمذهبه فیه واللہ اعلم"

ترجمہ: "اور خبر واحد پر عمل کے قائل تو تمام تابعین اور ان کے بعد کے فقہا ہیں جو مسلمانوں کے تمام ممالک میں پھیل چکے ہیں، آج ہمارے زمانے تک یہی کیفیت ہے اور کسی ایک سے بھی ہمیں اس کا انکار یا اس پر اعتراض نہیں پہنچا، تو ثابت ہوا کہ ان تمام لوگوں کے دین میں سے ہے کہ خبر واحد پر عمل کرنا واجب

(1) اس بات کے بعض دلائل کا بیان کہ خبر واحد پر عمل درست اور واجب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور اگر کوئی ایسا ہوتا کہ (خبر واحد پر) عمل کو جائز نہ سمجھتا تو اس کی خبر ہم تک نقل ہو کر پہنچتی، واللہ اعلم"

جہاں تک بات ہے قرآن و سنت اور علم و عقل کے مخالف و معارض ہونے کی تو اس سلسلے میں بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر شخص اس کا اہل نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی صحیح خبر کبھی قرآن و سنت اور علم و عقل کے معارض ہوتی ہے البتہ ممکن ہے کہ کم علمی کی وجہ سے ظاہراً ایسا محسوس ہوتا ہو تو اس کے لئے اس فن کے ماہرین سے رجوع کرنا چاہیئے۔

ہماری ان باتوں کی تائید خطیب بغدادی اس طرح کرتے ہیں:

"یقول (ابن خزیمۃ) لا اعرف انه روی عن رسول الله ﷺ حدیثان باسنادین، صحیحین متضادان فمن کان عنده فلیأت به حتی اؤلف بینهما"

ترجمہ: "امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ منقول کوئی دو حدیثیں بھی ایسی ہوں جو باہم متضاد ہوں، اور اگر کسی کے پاس ہیں تو وہ اسے میرے پاس لئے آئے میں اِن دونوں میں تضاد کو ختم کر کے توفیق کی راہ بنا دوں گا"

مزید لکھتے ہیں:

"وکل خبرین علم ان النبی تکلم بهما فلا یصح دخول التعارض فیهما علی وجه وان کان ظاهرهما متعارضین لان معنی التعارض بین الخبرین والقرآن من امر ونهی وغیرذلك ان یکون موجب احدهما منافیاً لموجب الآخر وذلك یبطل التکلیف ان کانا امراً ونهیا واباحة وحظرا أویوجب کون احدهما صدقاً والآخر کذبا، إن کانا خبرین والنبی منزه عن ذلك اجمع" (الکفایة)

ترجمہ: "ہر وہ دو خبریں جن کا نبی ﷺ سے منقول ہونا معلوم ہو جائے تو ان میں کبھی بھی (حقیقی) تعارض داخل نہ ہو گا البتہ ظاہر میں تضاد محسوس ہو سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں کہ تعارض کی حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور خبر (حدیث) میں امر، نہی، وغیرہ میں اس طرح تعارض ہو کہ ایک اگر وجوب بتلائے تو دوسرا اس کے برعکس اور یہ چیز مکلف سے ذمہ داری کو ہٹا دیتی ہے، اگرچہ وہ (ذمہ داری) نہی، اباحت اور منع میں ہی کیوں نہ ہو۔ یا پھر (تعارض اس طرح ہو کہ) ایک چیز تو سچ ثابت ہو اور دوسری جھوٹ اور ہوں دونوں ہی اخبار، تو (یاد رکھنا چاہیئے کہ) نبی ﷺ تو ان تمام نقائص سے پاک و منزہ ہیں"۔ (یعنی حقیقتاً ایسی تضاد بیانی کبھی نہیں ہو سکتی)

اصول غامدی:

اس کے بعد فہم حدیث کے مبادی کو لیجئے۔

عربیت کا ذوق:

قرآن کی طرح حدیث کی زبان بھی عربی معلّی ہے۔اس میں شبہ نہیں کہ حدیث کی روایت زیادہ تر بالمعنیٰ ہوئی ہے۔

چنانچہ ضروری ہے کہ حدیث کے طلبہ بار بار کے مطالعے سے اس زبان کی ایسی مہارت اپنے اندر پیدا کر لیں کہ نہ 'الشیخ والشیخۃ' جیسی چیزوں کو محض زبان ہی کی بنیاد پر رد کر دینے میں انہیں کوئی تردد ہو اور نہ البکر بالبکر جیسے مشکل اسالیب کو سمجھنے میں وہ کوئی دقت محسوس کریں۔۔۔ (۸۰،۸۱)

اصول غامدی کا تجزیہ:

پہلی بات تو یہ کہ موصوف نے یہاں بھی محدثین کی اصطلاح کے خود ساختہ معنی بنا لئے ہیں۔ محدثین نے ذوق عربی کو حدیث کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا معیار نہیں ٹھہرایا بلکہ یہ کہا ہے کہ ضعیف و موضوع حدیث میں عربی فصاحت و بلاغت نہیں ہوتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا یہ معنی نہیں کہ اپنی کم علمی کی وجہ سے عام سطح کے لوگ اور پھر ان کے حواری کسی حدیث کو غیر فصیح قرار دے کر منکرین حدیث کی صف میں شامل ہو جائیں۔

غامدی صاحب کا احادیث کی روایت کو زیادہ تر بالمعنی قرار دینا ان کا اپنا مخصوص ذہن و مطالعہ ہے، نہ جانے وہ کس مطالعہ سے اپنے اندر 'رد حدیث' کی مہارت حاصل کر بیٹھے ہیں؟

شاید غامدی صاحب اس مؤقّف میں ڈانواں ڈول ہیں اسی لئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"نبی ﷺ کی دعاؤں، تمثیلات اور صحابہ کے ساتھ آپ کے مکالمات میں چونکہ بالعموم روایت باللفظ کا اہتمام ہوا ہے"۔ (اصول مبادی صفحہ ۱۵)

محدثین کے ہاں اصل روایت باللفظ کا اہتمام ہے اور روایت بالمعنی مشروط طور پر فقط جواز کی صورت ہے اس کی تفصیل جناب کے استاذ نے بھی لکھ رکھی ہے۔ (دیکھئے مبادی تدبر حدیث)

غامدی صاحب کے ہاں بار بار کے مطالعہ سے ایسی مہارت حاصل ہوتی ہے کہ پھر الشیخ والشیخة کی فصاحت بھی اس مہارت کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ کلام نبوت سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے ماہر فن، ربّانی علما کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے بغیر چارا نہیں۔

اگر لفظ الشیخ والشیخة غیر فصیح ہے، عربی ذوق کے منافی ہے تو پھر اس کا علم سب سے پہلے کس امام حدیث ولغت کو ہوا؟ نہ خطیب بغدادی ہی موصوف کے ساتھ ہیں اور نہ صاحب لسان العرب ومصباح اللغات، سب نے شیخ کی مؤنث شیخہ ہی لکھی ہے۔

اور لفظ شیخ تو قرآن میں مستعمل ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے محترم اور ان کے حواری قرآن کی عربی زبان پر کیا مہارت دکھاتے ہیں؟ ایسے میں کھسیانی بلی کھمبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوچے اور انگور کھٹے ہیں، جیسی مثالیں ہی موصوف پر صادق آتی ہیں۔

محدثین نے جو 'رکاکت لفظی' کی بات کی ہے تو اس کی بھی وضاحت سن لیجئے کہ اس سے کیا مراد ہے، تاکہ کوئی 'عجمی غامدی' اشتباہ پیدا نہ کر سکے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ 'تدریب الراوی' میں شیخ الاسلام سے نقل کرتے ہیں:

''المدار فی الرکۃ علی رکۃ المعنی فحیثما وجدت دل علی الوضع وان لم ینظم الیہ رکۃ اللفظ ،لان ھذا الدین کلہ محاسن والرکۃ ترجع الی الرداءۃ۔۔۔۔۔۔''

ترجمہ:''رکت (کمزوری) کا دارو مدار فقط معنی پر ہے، پس اگر معنی میں رکاکت پائی گئی تو یہ وضع کی دلیل ہوگی اگرچہ الفاظ کی رکاکت اس کا اظہار نہ کرے، کیوں کہ دین مکمل طور سے محاسن و جمال کا نام ہے، جب کہ رکاکت غیر محاسن کی طرف راجع ہے''

''وقال اما رکۃ اللفظ فقط فلا تدل علی ذلک لا حتمال ان یکون رواہ بالمعنی فغیر الفاظہ بغیر فصیح۔۔۔''

ترجمہ:''اور یہ بھی کہا کہ اگر صرف الفاظ میں رکاکت ہو تو یہ وضع کی دلیل نہ ہوگی، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ راوی نے (اس روایت کو) بالمعنی بیان کیا ہو اور اس بیان میں فصیح الفاظ کو غیر فصیح سے بدل دیا ہو''

گویا یہ اقوال، نظریہ غامدی کی بھرپور تردید کرتے ہیں، جو صرف لفظ حدیث پر ہی فتویٰ دیدیتے ہیں کہ یہ حدیث ہی نہیں۔

غامدی [1] صاحب کے استاذ کے بقول 'موطا' امام مالک رحمہ اللہ میں امام صاحب نے روایت باللفظ کا بڑا اہتمام کیا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ نے بھی اس روایت الشیخ

---

[1] غامدی صاحب کی عربی دانی اس قدر فصیح ہے کہ جناب لفظ مصلح کو عربی میں غامدی بنا بیٹھے ہیں، حالانکہ ''مصلح'' خود ہی عربی لفظ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والشیخة کو اپنی مؤطا میں نقل کیا ہے، جو اس کے الفاظ کے فصیح عربی ہونے کی نشاندہی ہے اور اس بات کی نفی ہے کہ یہ بالمعنی ہے۔

اصول غامدی:

قرآن کی روشنی

دوسری چیز یہ ہے کہ حدیث کو قرآن کی روشنی میں سمجھا جائے۔۔۔ نبی ﷺ نے اپنی حیثیت نبوت و رسالت میں جو کچھ کیا اس کی تاریخ حتمی اور قطعی ماخذ بھی قرآن ہی ہے۔۔۔ عہد رسالت میں رجم کے واقعات، کعب بن اشرف کا قتل، عذاب قبر اور شفاعت کی روایتیں۔۔۔ انہیں قرآن میں ان کی اصل سے متعلق کر کے سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔۔۔ (صفحہ ۸۱)

اصول غامدی کا تجزیہ:

موصوف کا حدیث کے لئے قرآن کو کسوٹی بنا دینا بھی بلا دلیل اور خود ساختہ اصول ہے۔ کیوں کہ حدیث تو خود ہی ماخذ شریعت ہے، اگرچہ یہ بھی مسلم ہے کہ وہ قرآن کا بیان ہے مگر یاد رہنا چاہیئے کہ یہ بیان بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے کر نبی ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے کہلوایا ہے۔ جس کی دلیل 'ثم علینا بیانہ[1]' اور 'وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم[2]' اور 'وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی[3]' کی آیات بینات ہیں۔

---

(1) پھر اس کا بیان ہمارے ذمے ہے۔

(2) اور ہم نے آپ پر یہ ذکر نازل کیا تا کہ آپ لوگوں پر واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

(3) وہ اپنی خواہشات سے گفتگو نہیں کرتے، مگر وہی کہتے ہیں جو وحی ان پر کی جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے لئے قرآن کی روشنی کو لازم قرار دینا اور بصورت دیگر حدیث کو رد کر دینا دراصل قرآنی حکم 'لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ'[1] اور 'وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا'[2] کی صراحتاً خلاف ورزی ہے۔

یاد رہے کہ ہم 'برہان' سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ غامدی صاحب حدیث کو وحی خفی مانتے ہیں۔ کیا اب بھی وہ قرآن کی روشنی کی محتاج ہی رہے گی؟ تو پھر حدیث کو ماننے کا فائدہ کیا؟ جو کچھ مانا وہ تو قرآن میں ہی ہے۔

موصوف روانی میں لکھ گئے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی حیثیت نبوت و رسالت میں جو کچھ کیا اس کا قطعی ماخذ بھی قرآن ہی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ موصوف اس کی کوئی مثال ہی بیان فرما دیتے، مگر شاید قیامت تک وہ اس کی کوئی مثال پیش نہ فرما سکیں۔

اس کا معنی تو یہ ہو گا کہ نبی علیہ السلام ہر مسئلے میں قرآن اترنے کے منتظر رہتے تھے پھر عمل کرتے تھے؟ موصوف کو اقرار ہے کہ نبی علیہ السلام نے اوباشوں کو سنگسار کیا تھا۔ ذرا بتائیں کہ اس کی دلیل وماخذ قرآن کی کون سی آیت ہے؟

یہاں موصوف نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت نبی جو بھی کیا اس کا ماخذ قطعی قرآن ہی ہے۔ اب یہ تو واضح ہے کہ نبی علیہ السلام نے جو نبوت کی حیثیت سے کیا وہ سیرت ہے، سوانح ہے اسوہ حسنہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

تو پھر اس کا ماخذ قرآن کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلے تو غامدی صاحب نے لکھا تھا یہ بھی حقیقت ہے کہ نبی علیہ السلام کی سیرت و سوانح آپ کے اسوہ حسنہ اور دین سے متعلق آپ کی تفہیم و تبیین کے جاننے کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ حدیث ہی ہے۔

---

(1) رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین طریقہ زندگی موجود ہے۔

(2) اور جو رسول حکم دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز آ جاؤ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صفحہ ۷۷)

کیا غامدی صاحب کہنا چاہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہی حدیث میں ہے تو مسئلہ ہی ختم۔ والحمدللہ علی ذلك

آگے جو کچھ بھی موصوف نے لکھا ہے وہ حقیقت سے بہت دور ہے۔ اگر غامدی صاحب نبی ﷺ کو وہی مقام دیدیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے کہ آپ معلم کتاب و حکمت اور شارح کتاب اللہ ہیں۔ حتی کہ باذن اللہ تحلیل و تحریم کا اختیار بھی رکھتے ہیں تو پھر کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔ نہ مسئلہ رجم میں نہ عذاب قبر میں نہ 'من بدل دینہ فاقتلوہ' میں۔ ان شاء اللہ

احادیث صحیحہ میں جو کچھ بھی وارد ہوا ہے وہ من وعن کتاب اللہ کی تشریح ہے اور تشریح کا زائد ہونا ایک واضح امر ہے۔ کوئی صاحب علم و عقل اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ 'الرسالہ' للامام شافعی اور 'اعلام الموقعین' للامام ابن قیم 'اور الموافقات' للامام شاطبی۔ تو جناب کے مکتبہ اور مطالعہ میں ضرور ہوں گی!

اصول غامدی:

موقع و محل

اس کے موقع و محل کو سمجھ کر اس کا مدعا متعین کیا جائے '۔۔۔۔ الائمۃ من قریش' اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے ہمارے علما اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ مسلمانوں کے حکمران صرف قریش ہوں گے۔ (صفحہ ۸۲)

اصول غامدی کا تجزیہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ موقع و محل سمجھ کر حدیث کا مدعا متعین ہونا چاہیئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر اس کا یہ بھی معنی نہیں کہ حدیث کا موقع و محل تلاش کرتے کرتے اس میں سے برہمنیت کی بو آنے لگے۔

اور یہ بھی بڑی عجیب بات ہے کہ آج یہ (برہمنیت کی بو) صرف اور صرف غامدی صاحب اور استاذ غامدی صاحب ہی کو محسوس ہونے لگی ہے۔ چودہ سو سال کے عرصے میں کسی بھی امام حدیث و فقہ کو یہ نہ سمجھ آئی آخر کیوں؟

مقام شکر ہے کہ موصوف نے اسے قرآن کی روشنی میں نہیں دیکھا ورنہ شاید 'ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم' کے خلاف نظر آتی اور رد ہو جاتی۔ یہ تو جناب کی مہربانی ہے وہ اس کو حدیث [1] مانتے ہیں صرف معنی و مدعا متعین کرنے میں ائمہ سلف سے انہیں اختلاف ہے۔

کسی بھی کتاب میں کسی بھی علمی شخصیت نے اس حدیث کے ظاہری معنی میں برہمنیت محسوس نہیں کی۔ اب یا تو ائمہ سلف عربی ذوق سے آگاہ نہ تھے یا پھر ان کا کام قطعی نہ تھا واللہ اعلم۔ غامدی صاحب اصل میں تجاہل عارفانہ برتتے ہیں ورنہ تو وہ خود بھی جانتے ہیں کہ اس حدیث میں شرعی حکمران (خلیفہ و امیر) کی طرف اشارہ ہے نہ کہ ملوکیت و آمریت کے علمبردار حکمران، اگر یہ خلط مبحث نہ ہو تو مسئلہ واضح ہے کہ 'الائمۃ من قریش'۔

اصول غامدی:

احادیث باب پر نظر

اس میں موصوف نے لکھا ہے کہ حدیث کا مدعا متعین کرتے وقت اس باب کی تمام روایات پیش نظر رکھی جائیں۔۔۔ (یہاں جناب نے تصویر کی بحث کی ہے)۔ (صفحہ ۸۲)

---

[1] اس حدیث کا انکار سب سے پہلے معتزلہ نے کیا تھا، موصوف اس کے معنی کے منکر ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول غامدی کا تجزیہ:

زیر نظر بحث میں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف ممانعت تصاویر کی احادیث کو مانتے ہیں مگر مدعا متعین کرنے میں ائمہ سلف صالحین سے انہیں اختلاف ہے۔ موصوف کو اصرار ہے کہ وہ تصاویر ممنوع ہیں جو پرستش کے لئے بنائی گئی ہیں۔۔۔۔

بار بار کے مطالعے سے ہمیں جو بات سمجھ آئی ہے وہ یہ ہے کہ چودہ سو سال کے عرصے میں شاید موصوف ہی کو یہ بات سوجھی ہے ورنہ اہل علم وبصیرت پر مخفی نہیں ہے کہ تصویر سے ہی بت پرستی کی ابتداء ہوئی ہے۔لہٰذا یہ بت پرستی کی اصل (وجہ) ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دی گئی ہے۔ نیز اس میں اللہ رب العالمین کی صفت تخلیق کے ساتھ مشابہت و مماثلت کو بھی وجہ ممانعت قرار دیا گیا ہے۔

اگر صرف پرستش کے لئے بنائی جانے والی تصویریں حرام و ممنوع ہیں تو کیا مسلمانوں میں بھی لوگ تصاویر کی پرستش کرتے ہیں ؟اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو مسلمان نہیں رہے، اور وہ ایسا نہیں کرتے تو روکا کیوں گیا؟ اگر انہیں نہیں روکا گیا تو ان احادیث کا مخاطب کون ؟

اگر کافر مخاطب ہیں تو یہ ایک لغو بات ہے کیوں کہ وہ شریعت کے مکلف ہی نہیں وہ یہ حکم کیوں مانیں گے ؟

تصویر کا مسئلہ:

موصوف کے حلقہ اشراق کی کتاب 'تصویر کا مسئلہ' پر مولانا عبدالرحمن مدنی حفظہ اللہ نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تصویر کے مسئلہ پر آپ نے محمد رفیع مفتی کے جس مقالے کا ذکر کیا ہے اس میں مفتی صاحب نے غامدی صاحب کے زیر اثر کئی جگہ اصولی غلطیاں کی ہیں۔ کیوں کہ استدلالی علوم کے علاوہ انہیں عقائد اسلامی سے بھی زیادہ آشنائی نہیں ہے۔ مثلاً اپنی کتاب 'تصویر کا مسئلہ' صفحہ ۸۶ میں لکھتے ہیں:

'یہ موحدین جو اس گرفت میں نہ آنے والے یعنی نہ دکھائی دینے والے اور نہ محسوس ہونے والے اللہ کو مانتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب اس کے قائل نہیں تھے کہ اللہ کو متصور کرنا ممکن بھی ہے اور اعتزالی عقائد کے زیر اثر دنیا و آخرت میں مطلقاً دیدار الٰہی کا انکار کر کے اپنے طور پر مشبہ کا رد کر رہے ہیں۔ حالانہ یہ عقیدہ جہمیہ معطلہ کا ہے۔ جب کہ حق مشبہ اور معطلہ کے درمیان ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں'۔

اسی طرح وہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارہ میں سورہ سبا کی آیت نمبر ۱۳ میں 'تماثیل' کے ذکر سے اپنے استدلال کو مضبوط بنانے کے لئے شرائع اسلامیہ کا تصور ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

'تماثیل اگر شر ہیں تو ہمیشہ کے لئے ہیں اور اگر خیر ہیں تو ہمیشہ کے لئے ہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ ایک شریعت میں جائز ہوں اور ایک میں ناجائز۔۔۔ الخ (ص ۲۳)

غامدی فکر کی بڑی اساس اسرائیلیات (بائبل وغیرہ) ہیں۔ جسے وہ 'حدیث رسول' پر مقدم رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ بہت سے مسائل میں سابقہ شرائع کے تنوع کے قائل نہیں۔ جب کہ محمدی شریعت میں ایسے کئی مسائل موجود ہیں جو کسی سابقہ شریعت میں جائز ہونے کے باوجود آخری اور اکمل حکم کے طور پر ناجائز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار پائے۔ مثلاً سجدۂ تعظیمی جو فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو کروایا گیا اور سیدنا یوسف کو ان کے ماں باپ سمیت تمام بھائیوں نے کیا۔ لیکن شریعت محمدیہ میں یہ سجدۂ تعظیمی ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا گیا۔

ان تحفظات کے باجود محمد رفیع مفتی صاحب کی تصویر کے مسئلہ پر یہ تحریر اس اعتبار سے اچھی نظر آئی کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے درمیان تضاد پیدا کرنے کی کوشش نہیں کہ بلکہ صحابہ کرام، تابعین عظام، کے علاوہ فقہائے سلف کو بھی ایک موقف (خواہ ادھورا ہی) پر متفق بنانے کی کوشش کی ہے جو اِن کی نظر میں کتاب وسنت ہی کا کامل مفہوم ہے۔

اس تاثر کو قائم رکھنے کی حد تک تو اِن کی کاوش اچھی لگی لیکن اس کے لئے انہوں نے احادیث کا جابجا ذکر کرکے تصویر کی شرعی حیثیت اور سلف کا یک رخا موقف واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں محمد رفیع مفتی صاحب کے شرعی فتویٰ سے تو اختلاف ہے۔ لیکن اِن کا انداز استدلال کم از کم اشراق کے حلقے سے متاثر ہونے والے ایک شخص کے لحاظ سے قابل تعریف ہے۔ کاش کہ وہ اِن خطرات کو بھی ملحوظ نظر رکھ سکتے جو ان کی اس موضوع پر ''ناقص بحث'' سے تصویر کی کھلے عام اباحت پر منتج ہو سکتے ہیں۔ کل کلاں کوئی من چلا یہ بھی آواز لگا سکتا ہے کہ 'شبیہ رسول یا تصاویر انبیاء کی اشاعت بھی صرف کراہت کے درجہ میں ہے، اس پر امت مسلمہ کو غیرت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے۔

✩ ہمارے ہاں دینی حلقوں میں بھی سیاست کے غلبہ کی وجہ سے سیاست دان علما جس طرح اب کھلے عام تصویر نمائی سے کام لے رہے ہیں۔ باوجود یہ کہ اِن کے اکابرین کچھ عرصہ پہلے تک اس کی حرمت پر متفق نظر آتے ہیں، تو عوام میں غیر محتاط تصاویر کا استعمال یوں نظر نہ آتا۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مغرب کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندھا دھند تقلید کے لئے اباحتِ مطلقہ کے رویہ سے بچ کر سلف صالحین کے طور طریقوں کی اقتدا پر زور دیں۔ 'واتبع سبیل من اناب الی/ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین' (لقمان ۱۵، فاتحہ ۷)

یعنی ہمارے جانب عاجزانہ رجوع کرنے والے کی پیروی کر۔

یا اللہ! ہمیں اِن لوگوں کی راہ پر ڈال جو مغضوب علیھم (یہود) اور گمراہ (نصاری) سے علیحدہ ہو کر تیرے انعام کے حامل ہوئے'۔

بقولِ اقبال:

ز تقلید عالمان کم نظر اقتدا بر رفتگان محفوظ تر

☆ ہماری نظر میں مفتی صاحب کا تصویر کے مسئلہ میں نقطہ نظر ادھورا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اصولِ فقہ (علم استدلال) سے ناواقف ہیں۔ فقہا شرعی احکام کا تجزیہ کرتے ہوئے حرمت کی دو قسمیں کرتے ہیں: (۱) قبیح لعینہ (۲) قبیح لغیرہ

اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مفتی صاحب کا یہ موقف درست ہے کہ تصویر قبیح لعینہ یعنی فی نفسہ حرام نہیں جیسا کہ اِن کے سارے دلائل اسی کے گرد گھوم رہے ہیں تو قبیح لغیرہٖ ضرور ہے۔ اگرچہ قبیح لغیرہٖ ہونے کی بنا پر کئی مواقع پر تصویر کا جواز نکل آئے گا جیسے تعلیم و تربیت کے لئے (جیسا کہ سیدہ عائشہ کے پاس گڑیاں وغیرہ تھیں) یا اہانت ملحوظ رکھتے ہوئے گدوں اور تکیوں کی صورت میں کٹی پھٹی تصویروں کا استعمال تاہم شریعت میں عمومی طور پر تصویر اتارنے والوں کی مذمت اور تصویروں کی نمائش ممنوع ہی رہے گی۔

کون کہہ سکتا ہے کہ اگر محترم سیاسی یا مذہبی شخصیتوں کی کھلے عام تصویر کشی یا تصویر نمائی کی اجازت دے دی جائے تو یہی شخصیتیں کبھی اس طرح مقدس حیثیت اختیار نہ کر جائیں گی، جس طرح قوم نوح کے صالحین کی تصویریں ہی اِن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بت سازی اور بت پرستی کا باعث بنی تھیں۔ اسی لئے ماضی قریب تک علما بلکہ مسلم دانشور بھی تصویر کی حرمت کا فتویٰ دیتے رہے جس میں نمایا مثال مولانا مودودی کی ہے۔ (حافظ عبدالرحمن مدنی)

اصول غامدی:

عقل و نقل

عقل و نقل میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔۔۔ دین کی بنیاد ہی علم کے مسلّمات پر قائم ہے۔۔۔ (صفحہ ۸۳)

اصول غامدی کا تجزیہ:

یقیناً دین کی بنیاد ہی علم و عقل کے مسلمات پر قائم ہے مگر اس کا کیا کیجئے کہ بعض لوگ 'عربی ذوق' رکھنے کے باجوود عقل سے کورے ہوتے ہیں؟

اب نقل سے مراد تو یقیناً روایات صیحہ ہیں عقل سے مراد کس کی عقل ہے؟ یہ بات وضاحت طلب ہے اور وضاحت غامدی صاحب نہیں کر سکے۔

اور یہ کوئی علمی طریقہ نہیں ہے کہ اس طرح کے مواقع پر آدمی فوراً حدیث کو رد کر کے فارغ ہو جائے یا علم و عقل سے آنکھیں بند کر کے اس سے کوئی غلط یا مرجوح معنی قبول کر لے۔۔۔ (من اصول مبادی)

مسلمانوں کے ہاں بہرحال یہ بات مسلمہ ہے کہ (بظاہر) عقل و نقل میں اگر تعارض دکھائی دے تو نقل کو مقدم کرنا اور عقل کو مؤخر رکھنا ہی سلامتی کی راہ ہے۔ اب غامدی صاحب خود کو ان میں شامل کرتے ہیں یا نہیں یہ فیصلہ انہی پر موقوف ہے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاوید احمد غامدی کا اصل چہرہ (اقتباس از مجلہ 'ساحل' اگست ۲۰۰۷)

"غامدی صاحب اور قرآن کے مقابلے میں ان کی آیات، حقیقت حال"

غامدی صاحب کی طبع زاد آیات معری کی آیات کا سرقہ ہیں

پروفیسر ڈاکٹر رضوان علی ندوی

ماہنامہ ساحل کے شمارہ مئی ۲۰۰۷ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے '۱۹۷۵ء میں غامدی صاحب نے قرآن کا چیلنج قبول فرمالیا تھا'

ادارہ ساحل کے اس مضمون میں اس مجلس میں بعض موجود اشخاص کے حوالے سے یہ بات کہی گئی ہے کہ سیالکوٹ میں اپنے احباب کی ایک نجی محفل میں غامدی صاحب نے قرآن کے اس چیلنج کے جواب میں کہ قرآن اور اس کی دس سورتیں تو کیا 'اے کفار مکہ! تم قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ، اور سچے ہو تو اللہ کے سوا تم جس کو چاہے (اپنی مدد کے لئے) بلا لو(یونس ۳۸)اپنی تحریر کردہ چالیس آیتیں اس مجلس میں سنائیں۔

اس بارے میں کسی شک کی اس لئے گنجائش نہیں کہ اس مضمون میں صاحب خود اس محفل میں شریک تھے اور انہوں نے دوسرے شرکائے محفل ڈاکٹر سہیل طفیل، ڈاکٹر مستنصر میر، ڈاکٹر منصور الحمید، اسد صدیقی کے نام بھی دیے ہیں۔ اور اس گھر کا پتہ بھی لکھا ہے جس میں یہ محفل منعقد ہوئی تھی۔(ساحل، مئی صفحہ ۲۵) مضمون نگار نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ اس محفل کے بعد یہ آیتیں کتابی شکل میں اشاعت کے لئے منڈی مریدکے کے ایک کاتب سے کتابت بھی کرالی گئی تھیں۔ لیکن کتابت بہت ناقص تھی اس لئے مسودہ روک دیا گیا۔ بعد میں ڈاکٹر مستنصر میر کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زجر و توبیخ پر غامدی صاحب نے توبہ کرلی اور یہ مسودہ ضائع کر دیا گیا۔

اس واقعہ کے ذکر کے بعد مضمون نگار کا کہنا ہے کہ 'راقم کے پاس اس مسودہ کا ایک ٹکڑا محفوظ رہ گیا تھا اس ٹکڑے سے چند 'آیات' کی نقل من و عن حاضر ہے۔ ترجمہ غامدی صاحب کے قلم سے ہے:

''اقسم بخالق الخیل، والریح الھابۃ بلیل بین الشرط ومطالع سھیل، ان الکافر لطویل الویل، وان العمر لمکفوف الذیل، اقز مدارج السیل وطائع التوبۃ من قبیل، تنج وما اخالك بناج''

ترجمہ: ''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو گھوڑوں کا خالق ہے اور جو رات کو ستارۂ شرط اور سہیل کے طلوع کے مابین ہوا چلاتا ہے کہ کافر بڑے عذاب میں مبتلا ہے اور (یہ) کہ عمر کا دامن بندھا ہوا ہے۔ تو سیلاب کے (صحیح 'کی' ہے) گزرگاہ سے بچ اور پہلے سے توبہ کرلے کہ تو نجات پا جائے مگر مجھے توقع نہیں کہ تو ایسا کرے''۔

غامدی صاحب کی جعلی آیات کا غلط سلط اردو ترجمہ غامدی صاحب کے قلم سے۔ غامدی صاحب اپنی آیات کا درست ترجمہ کرنے سے قاصر کیوں؟

ان ملحدانہ جعلی 'آیات' کے بارے میں کچھ کہنے سے قبل اس ترجمہ کی بعض اغلاط کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں۔ میرے گزشتہ مضمون (ساحل ۲۰۰۷ اپریل ء) سے یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ غامدی صاحب کو عربی لکھنا نہیں آتی۔ اب چند جملوں (جن کو موصوف نے آیات کا نام دیا ہے) کے ترجمے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عربی زبان ٹھیک طرح سمجھ بھی نہیں سکتے۔ کیوں کہ انہوں نے 'الریح الھابۃ بلیل' کا ترجمہ کیا ہے 'اور جو رات کا ستارہ شرط۔۔۔ کے طلوع کے مابین ہوا چلاتا ہے'۔ اس میں دو اغلاط ہیں ایک تو 'مطالع' کا ترجمہ طلوع کیا ہے، جو سراسر غلط ہے کیوں کہ 'مطالع' مطلع کی جمع ہے یعنی سہیل کے طلوع ہونے کے مقامات۔ طلوع تو 'طلع' کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصدر سے یعنی طلوع ہونا۔ دوسری غلطی ہے 'ہوا چلاتا ہے' یہ ترجمہ بھی سراسر غلط ہے۔ کیوں کہ 'الریح الھابۃ' کے معنی ہیں۔ چلنے والی ہوا۔ الھابۃ فعل ھب، یھب، ھبا وھبوبا سے اسم فاعل مونث ہے اور یہ فعل لازم ہے۔ یعنی اس کے معنی ہیں چلنا(اور یہ خاص طور پر ہوا چلنے اور نیند سے اٹھنے وغیرہ کے لئے آتا ہے۔)'ہوا چلانے' کا معنیٰ 'اھب' میں ہے جو اس فعل ھب سے فعل متعدی ہے اس طرح جملے 'والریح الھابۃ بلیل بین الشرط ومطالع سھیل' کا صحیح ترجمہ ہوگا:'اور اس کی قسم جس کے حکم سے رات کو ستارہ شرط اور مطالع سہیل کے مابین ہوا چلتی ہے۔ تیسری غلطی جو عبارت کے مفہوم کو بالکل بگاڑنے والی ہے۔ وہ آخری جملے 'وما اخالك بناج' کا یہ ترجمہ ہے۔ مگر مجھے توقع نہیں کہ ایسا تو کرے، صحیح ترجمہ ہے۔ میں خیال نہیں کرتا یا مجھے نظر نہیں آتا کہ تجھے نجات مل سکے گی۔ موصوف نے بناج کا ترجمہ تو ایسا کرے کیا ہے اور اس طرح اس لفظ کا تعلق توبہ سے جوڑ دیا ہے حالانکہ آخر کے ان دو جملوں کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ:'پہلے ہی توبہ کرلے کہ تو نجات پا جائے، لیکن میرا خیال نہیں کہ (پھر بھی) تو نجات پا سکے گا'۔ ناج وہی لفظ ہے جو اردو میں بھی اپنی اصل صورت ناجی میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں ایک نحوی علت کے سبب سے ناج ہو گیا ہے۔

یہ نام نہاد شیطانی آیات ان کی نہیں کسی اور کی تصنیف کردہ ہیں انہوں نے اپنی عربی دانی کے اظہار اور قرآن کی عربی کا مقابلہ کرنے کی قابلیت کے اظہار کے لئے ان کو اپنے نام سے منسوب کیا ہے۔

درحقیقت یہ نام نہاد یا شیطانی آیات چوتھی پانچویں صدی ہجری کے مشہور نابینا شاعر ابوالعلاء المعری کی تصنیف کردہ ہیں۔

معری کے حرف بہ حرف سرقے کو اپنی طبع زاد آیات کہنا غامدی صاحب کا کمال ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال ہمارا موضوع اس وقت معری اور اس کی یہ کتاب نہیں ہے، بلکہ غامدی صاحب اور اِن کا یہ کارنامہ ہمارا موضوع ہے۔ کہا انہوں نے قرآن کے مقابلے میں کچھ عربی عبارات لکھیں تھیں ان عبارات یا نعوذ باللہ آیات کے بارے میں تو معلوم ہو گیا کہ انہوں نے یہ معری سے حرف بحرف سرقہ کیا تھا، اور جس محفل میں وہ جعلی آیات سنا رہے تھے اس میں کوئی بھی عربی زبان و ثقافت کا علم رکھنے والا شخص نہ تھا۔ اِن کے زیادہ تر معتقدین اور شاگرد ایسے انگریزی خواں ہیں جو عربی زبان سے نابلد ہیں۔ جب ہی اِن کا کاروبار لاہور کے المورد اور کراچی کے دانش سرا میں چل رہا ہے۔ اور بعض ٹی وی چینلز میں اِن کی پذیرائی ہوتی ہے۔ حیرت ہے لاہور اور کراچی کے اِن بعض تاجروں پر ہے جو بڑے پیمانے اِن کی مالی امداد کرتے ہیں، دراصل ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ کبھی موصوف قرآن مقابلے میں ۴۰ آیات (جعلی) بھی لکھ چکے ہیں۔ یہی کام تو مسیلمہ کذاب نے کیا تھا، اس کی تصنیف کردہ مقابلہ قرآن کی چند آیات عربی ادب و تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

غامدی صاحب

یاقوت معری کی زیر بحث کتاب سے جو دو نمونے پیش کیے ہیں اس میں دوسرے نمونے سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ 'والشمس وضحاھا' کے جواب میں ہے اور وہ یہ ہے 'اذلت العائذۃ اباھا وأصاب الوحدۃ ورباھا واللہ بکرمہ اجتباھا اولا الشہف بہاحباھا ارسل الشمال وصباھا ولا یخاف عقباھا' یہ تو ہم ابتدا ہی میں بتا چکے ہیں کہ اِن شیطانی آیات کا پہلا مجموعہ جس کو غامدی صاحب نے اپنی تصنیف کہا ہے وہ دراصل معری کی تصنیف کردہ اور الفصول الغایات سے چرایا گیا ہے۔ لیکن ان شیطانی آیات کا دوسرا مجموعہ ''ان معایبی لکثیر سے علی الرباب'' تک پانچ شیطانی آیات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مشتمل ہے۔اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے سامنے الفصول والغایات کا کوئی نسخہ نہیں۔ البتہ عربی اور ترجمہ میں طباعت کی اغلاط ہیں جن کی تصحیح یوں ہے:'لقد من علی ذاکرۃ' میں صحیح 'ذاکرہ' ہے۔ ترجمہ 'الأضبط' کے بجائے الاصبط چھپا ہے جو غلط ہے پھر یہ کہ اصل میں صرف 'الأضبط' نام ہے۔ ترجمے میں الاضبط بن قریع السعدی اضافہ ہے۔ یہ عہد جاہلی (ما قبل اسلام) کا ایک شاعر تھا۔

غامدی صاحب اور عہد عباسی کا دیوان الزنادقہ:

آخر میں عرض ہے کہ اگر واقعی غامدی صاحب نے کچھی شیطانی آیات قرآن کے مقابلے میں لکھی تھیں، تو یہ صریح الحاد ہے۔ اولین عہد عباسی میں جب بغداد میں مجوسی (پارسی)، مانوی اور فلسفیانہ اثرات سے الحاد و زندقہ نے زور پکڑا تو خلیفہ المہدی نے حکومت کا ایک محکمہ 'الزنادقہ' کے نام سے قائم کیا تھا۔ اس کے عہدیدار ایسے لوگوں سے جو اسلام اور قرآن کے عقائد، احکام اور اخلاقی اقدار پر طعنہ کرتے تھے ان سے علمی مذاکرات کئے جاتے تھے، اور ان کے شکوک و شبہات دور کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ ورنہ ان کو جیل کی سزا دی جاتی تھی یا پھر ضدی اور خطرناک شخص کو سزائے موت بھی دی جاتی تھی۔ جیسے مشہور فاسق و فاجر اور ملحد شاعر بشار بن برد کے ساتھ ہوا۔

معری کے زمانے میں عباسی خلافت کمزور پر چکی تھی بلکہ پورا شام مصر کے اسماعیلی حکمرانوں کے تحت تھا اس لئے اس کو ایسی کوئی سزا نہیں دی جا سکی۔

سب سے آخر میں ایک اور اہم بات کہنا چاہتا ہوں کہ جب اپریل میں میرا مضمون غامدی صاحب کی عربی دانی سے متعلق شائع ہوا تھا میرے پاس فوراً سیالکوٹ سے ایک صاحب کا ٹیلیفون آیا تھا۔ جنہوں نے میرے مضمون کے بارے میں اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتہائی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا، اور ساتھ ہی بتایا تھا کہ وہ غامدی صاحب کو ۱۹۷۳ء سے جانتے ہیں۔ مزید کے سے اور یہ کہ انہوں نے موصوف کو سیالکوٹ بلایا تھا اور انہوں نے دوستوں کی ایک محفل میں قرآن کے مقابلے میں اپنی تصنیف کردہ آیات سنائی تھیں۔ پھر بعد میں وہ موصوف سے لاتعلق ہو گئے تھے۔ تو اس کے پیش نظر اس بات کا انکار ممکن نہیں کہ غامدی صاحب نے کبھی قرآن کے مقابلے میں کبھی اپنی 'آیات' تصنیف کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے کچھ معری سے چوری کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ مضمون لکھنے والے واقف راز خاکسار وہی ہوں۔ مجھے ان کا نام معلوم ہے لیکن چونکہ انہوں نے ظاہر نہیں کیا ہے اس لئے میں بھی ظاہر نہیں کرتا اور اگر یہ واقف راز کوئی دوسرے صاحب ہیں پھر تو غامدی کی اس ناپاک جسارت پر دو شہادتیں جمع ہو گئیں۔ (بشکریہ 'ساحل')

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب "بیان صریح المعقول لصحیح المنقول" سے اقتباس

گذشتہ صفحہ ۶۴، ۶۵ پر دینی امور اور احادیث مبارکہ میں عقل کو کسوٹی بنانے کا اصول ذکر ہوا ہے۔ تاریخ اسلام میں یہ کوئی نیا موضوع نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب "بیان صریح المعقول لصحیح المنقول" اس مسئلہ میں ایک معیاری اور حجت کتاب۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مبارک اعمال میں سے اس کتاب کا مطالعہ اہل علم کے لئے انتہائی اہم اور مفید رہے گا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم میں سے یہ چند صفحات پیش خدمت ہیں۔ جن سے دینی و ایمانی امور میں عقل کی دراندازی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقل کی تعظیم و تقدیس میں مبالغہ

فلاسفہ اور متکلمین دونوں نے مل کر صدیوں عقل کا ایسا آوازہ بلند کیا اور ذات و صفات کے مسائل میں اس کو اس طرح حکم ومیزان قرار دیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان مسائل میں اس طرح فیصلہ کرنے کی مجاز ہے۔ جیسے محسوسات میں ہمارے حواس خمسہ اور عملیات میں تجربہ واستقراء اس صورت حال کا نتیجہ یہ تھا کہ عقل شریعت کے ثبوت کے لئے خواہ شرعیات ہوں، خواہ فقہیات، بنیاد بن گئی۔ اسلام کی ان چھ صدیوں میں کسی مفکر اور عالم نے عقل کی اس غیر محدود فرمانروائی کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی جرأت نہیں کی، حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ نے فلسفہ کے حصہ الٰہیات کے خلاف قلم اٹھایا اور اس کو اپنے طنز و تحقیر کا نشانہ بنایا۔ لیکن عقل کی اس مطلق العنان سلطنت اور اس کے دخل در معقولات کے خلاف انہوں نے بھی کوئی مؤثر آواز بلند نہیں کی۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (ہمارے علم میں) پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس صورت حال کے خلاف بلند آہنگی کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی اور پوری جرأت کی ساتھ یہ ثابت کیا کہ عقائد و حقائق کا اصل ماخذ وحی و نبوت اور کتاب و سنت ہے۔ عقل ان کی مؤید اور مصدق تو ہے لیکن ان کے ثبوت کی بنیاد نہیں وہ ایک جگہ صاف لکھتے ہیں:

”ان العقل لیس اصلا لثبوت الشیء فی نفسہ ولا معطیا لہ صفة لم تکن لہ ولا مفیدا لہ صفة کمال[1]“

([1]) بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول، حصہ اول ۴۶،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''عقل فی نفسہ شریعت کے ثبوت کے لئے اصل کی حیثیت نہیں رکھتی اور نہ اس کو کوئی ایسی صفت بخشتی ہے جو اس کو پہلے سے حاصل نہ تھی اور نہ اس کو کمال کی صفت عطا کرتی ہے''۔

عقل کا منصب ومقام

ان کا کہنا یہ ہے کہ عقل صرف معرّف ورہنما ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ رسول کی صداقت وعصمت کے اقرار واعتراف تک پہنچادے، پھر سبکدوش ہو جائے۔ عقل یہ ثابت کر دیتی ہے کہ رسول جو کچھ اطلاع دے اس کی تصدیق اور جو کچھ حکم دے اس میں اس کی اطاعت واجب ہے، وہ رسول کی صداقت پر عمومی اور مطلق حیثیت سے دلالت کرتی ہے۔ ان کے نزدیک اس کی حیثیت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی عامی شخص کسی ناواقف کو شہر کے مفتی کے پاس پہنچادے اور بتلا دے کہ یہ عالم ومفتی ہے پھر اگر اس عامی رہنما اور اس مفتی کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو مستفتی کا بھی فرض ہو گا کہ وہ مفتی کے قول کو ترجیح دے اور اس عامی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہو گا کہ میں نے ہی تو رہنمائی کی ہے۔ اگر میں رہنمائی نہ کرتا تو تم کو اس مفتی تک رسائی کیسے ہوتی[1]۔ وہ لکھتے ہیں کہ رسالت کے علم کے بعد عقل کا کام ہے کہ وہ رسول پر اعتماد اور اس کی اطاعت کرے، جس طرح ہر فن میں صاحب فن کی تقلید کی جاتی ہے۔ اور بے چون وچرا اس کے مشورہ پر عمل کیا جاتا ہے اور اس کے قول کو قول فیصل سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح سے امور غیبیہ احکام وشرائع اور مابعد الطبعیات میں رسول سند کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا قول قولِ فیصل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

---

(1) بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول، حصہ اول، صفحہ ۷۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کسی شخص کو عقل سے یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص رسول ہے اور اس کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے کسی چیز کی خبر دی ہے اور اس کی عقل اس میں کوئی اشکال پیش کرے تو اس کی عقل ہی کا یہ تقاضا ہے کہ وہ یہ مختلف فیہ چیز ایسی ہستی پر محول کرے جو اس کے مقابلہ میں اس کا زیادہ علم رکھتی ہے اور اپنی رائے کو اس کے قول پر مقدم نہ رکھے۔ اور یہ سمجھے کہ اس کی عقل اس کے مقابلہ میں قاصر اور ضعیف ہے۔ اور اس ہستی کو اللہ تعالیٰ کا اور اس کے اسماء و صفات کا اور یوم آخرت کا علم زیادہ ہے جو فرق اس عامی شخص اور ایک پیغمبر میں ہے، وہ فرق اس سے کہیں زیادہ وہ بڑا ہے جو عوام اور علمائے طب میں ہے۔ پس جب وہ اپنی عقل کے بموجب ایک یہودی طبیب کی بھی اطاعت کرتا ہے اور غذا، شربت، ضماد (لیپ) اور مسہلات وغیرہ کی جو مقدار اور ترکیب تجویز کر دیتا ہے تو باوجود تکلیف اور مشقت کے وہ اس کی تعمیل کرتا ہے۔ محض یہ سمجھ کر کہ یہ طبیب اپنے فن کا مجھ سے زیادہ واقف ہے۔ اگر میں اس پر اعتماد کروں گا اور اس کے مشورہ کی تعمیل کروں گا تو صحت کی امید ہے باوجود اس کے کہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اطبّاء سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کو طبیبوں کی تجویز اور معالجہ سے صحت بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض اوقات یہی علاج موت کا سبب بن جاتا ہے اس کے باوجود وہ اس کا قول قبول کرتا ہے اور اس کی تقلید کرتا ہے۔ خواہ اس کا گمان اور اجتہاد طبیب کی تجویز کے مخالف ہو اس سے سمجھنا چاہیئے کہ پیغمبروں کے مقابلہ میں مخلوق کی حیثیت کیا ہے، پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ کے پیغمبر صادق القول ہوتے ہیں اور ان کو بھی صحیح اطلاع دی جاتی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ان کی اطلاع خلاف واقعہ ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو لوگ محض اپنی عقل کی بنا پر ان کے اقوال کا مقابلہ کرتے ہیں، اِن کی جہالت اور ضلالت کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے[1]۔

رسول پر بلا شرط ایمان ضروری ہے

جو لوگ عقلیات اور فلسفہ سے متاثر تھے ان کی ذہنی ساخت کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ شریعت کی جو بات عقل اور اصول فلسفہ کے مطابق ہوتی اس کو ان کا ذہن قبول کرتا اور جو ان کے ان اصول و مسلمات کے خلاف ہوتی اس کے قبول کرنے سے ان کا ذہن قاصر رہتا اور اس میں ہزاروں الجھنیں محسوس کرتے ان میں سے جو لوگ بیباک اور جری ہوتے، وہ صاف انکار کر دیتے، اور کہتے کہ شریعت کا مطابق عقل ہونا ضروری ہے یہ بات چونکہ عقل کے خلاف ہے، اس لئے قابل قبول نہیں جو لوگ اس درجہ جری نہ ہوتے وہ اس کی توجیہ کرتے اور بعید سے بعید تاویل سے ان کو باک نہ ہوتا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جا بجا یہ ثابت کیا ہے رسول پر بلا شرط ایمان ضروری ہے، اور رسول کی صحیح حیثیت و منصب یہی ہے کہ اس پر غیر مشروط طریقہ پر ایمان لایا جائے اور در حقیقت اسی کا نام ایمان ہے۔ مشروط تصدیق کا نام شریعت کی اصطلاح میں ایمان ہی نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”ففی الجملة لا یکون الرجل مؤمنا حتی یومن بالرسول ایمانا جازما لیس مشروطا بعدم معارض فمتی قال أومن بخبرہ الا ان یظھر لہ معارض یدفع خبرہ لم یکن مؤمنا بہ فھذا اصل عظیم تجب معرفتہ“[2]

ترجمہ: ”خلاصہ یہ ہے کہ انسان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ رسول پر ایسا قطعی ایمان نہ لائے جس کے ساتھ کسی معارض کے نہ ہونے کی بھی

---

[1] بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول حصہ اول، صفحہ ۸۰

[2] بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول حصہ اول صفحہ ۱۰۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرط نہ ہو۔ جب وہ شخص یہ کہے گا کہ میں رسول کی اطلاع پر اس وقت تک کے لئے ایمان لاتا ہوں جب تک کہ کوئی ایسا معارض ظاہر نہ ہو جو اس کی اطلاع کی تردید کر دے تو وہ شخص مومن نہیں ہو گا، یہ ایک بہت بڑا اصول ہے جس کا جاننا ضروری ہے"

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"دین اسلام سے یہ بات قطعی اور بدیہی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ مخلوق پر رسول کی ایسی تصدیق و ایمان واجب ہے جو قطعی اور عمومی ہو جس میں کوئی شرط اور قید نہ ہو اور یہ کہ اس کی ہر اطلاع کی تصدیق کی جائے اور اس کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے اس کے خلاف جو بات بھی ہو گی وہ باطل ہو گی، جو شخص رسول کی اس بات کی تو تصدیق کرتا ہے جس کو اس کی عقل قبول کرتی ہے اور اس کی اس اطلاع کو رد کر دیتا ہے جو اس کی رائے اور عقل کے خلاف ہوتی ہے اور رسول کی اطلاعات پر اپنی عقل کو مقدم رکھتا ہے۔ اور یہ بھی کہے جاتا ہے کہ میں رسول کو سچا جانتا ہوں تو وہ متناقض باتیں کرتا ہے، اور فاسد العقل اور ملحد ہے۔ اور جو شخص کہتا ہے کہ میں اس وقت تک رسول کی اطلاع کی تصدیق نہ کروں گا جب تک کہ میں اس کو اپنی عقل سے سمجھ نہ لوں تو اس کا کفر کھلا ہوا ہے[1]۔

عقل کے ہوائی قلعے

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کے بعد مدعیان عقل کے اس دعوی کا بھی جائزہ لیتے ہیں کہ عقل و نقل میں اکثر تعارض و تضاد ہوتا ہے اور پیغمبروں نے جن چیزوں کو عقائد و حقائق کے طور پر پیش کیا ہے وہ بعض اوقات صریح عقل و ہدایت کے خلاف ہوتے

(1) بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول حصہ اول صفحہ ۱۰۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور ان حقائق و مسلمات سے متصادم ہوتے ہیں جو ہزاروں برس کے غورو فکر کا نتیجہ اور فلسفہ کی بنیاد ہیں۔ وہ ثابت کرتے ہیں کہ جن عقلیات کو پیغمبروں کی اطلاعات اور کتاب و سنت کے نصوص کا معارض بتایا جاتا ہے۔ وہ اکثر محض توہمات ہیں۔ اور غور کرنے کے بعد عقل کے ہوائی قلعے ثابت ہوتے ہیں۔ اگر ان کی علمی تنقید اور احتساب کیا جائے اور ان کو قریب سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ محض لفّاظی اور ہوابندی تھی۔ ان کی کوئی علمی بنیاد نہیں وہ لکھتے ہیں:

"بہت سے وہ عقلیات جن کا یہ مدعیان عقل دعویٰ کرتے ہیں اور اِن کو نصوص کا مخالف بتلاتے ہیں اور امتحان کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ ان میں کوئی حقیقت نہیں تھی یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بچوں کا یا بچوں کی طرح ناواقف آدمی کو خالی سوکھی ہوئی مشکیں ہلا ہلا کر اور بجا بجا کر ڈرائے، جب کبھی معقولات پر پورا غور کیا جاتا ہے اور اِن پر گہری نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود رسول کی اطلاعات کی صداقت کے لئے دلائل و براہین کا کام دیتی ہیں اور یہ کہ اس کی اطلاعات سے جو کچھ لازم آتا ہے، وہ سب صحیح ہے اور جس شخص نے اس کی نفی کی ہے وہ محض حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر اور ظاہری اور باطنی طور پر مرعوب ہو کر بالکل جیسے کوئی شخص معبودان باطل سے ڈر جائے اور سمجھے کہ وہ اس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں یا کوئی شخص اپنے ضعف ایمان کی وجہ سے دشمنان اسلام سے جو خود کمزور ہو اور سراسیمہ ہو جائے[1]"۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"یہ لوگ جو فلسفہ کے مہیب و پر شکوہ الفاظ سے اِن کی حقیقت کے جانے بغیر مرعوب ہو گئے ہیں اِن کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی نامرد دشمن سے محض اِن کا لباس اور پوشاک دیکھ کر مرعوب ہو جائے اور اس کو ان کی حقیقت حال

(1) بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول حصہ چہارم صفحہ ۱۵۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریافت کرنے کی نوبت نہ آئے لیکن جو شخص اِن کی حقیقت دریافت کرے گا وہ دیکھے گا کہ وہ خود انتہائی ضعیف وعاجز ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلرُّعْبَ بِمَآ أَشْرَكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَـٰنًا“[1] (آل عمران ۱۵۱)

ترجمہ: ”ہم جلد ہی ڈالدیں گے کافروں کے دلوں میں ہیبت کیوں کہ انہوں نے شریک جانا اللہ کا جن کی اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری۔

اہل دانش کی بے دانشی

وہ کہتے ہیں کہ ان اقوال و تدقیقات پر غور کیا جائے جن پر ان کو بڑا ناز ہے اور جن کو انہوں نے الٰہیات کا نام دیا ہے، اور جن کو ان کے پیرو انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں، نظر انصاف سے دیکھا جائے کیا اس میں اور دیوانوں کی بے سروپا باتوں میں کچھ فرق معلوم ہوتا ہے؟

”صاحب عقل اِن لوگوں کے کلام کو غور سے دیکھے جو بڑی مہارت اور تحقیق کے مدعی ہیں اور اپنی عقل و دانش سے انبیاء علیہم السلام کے کلام کو رد کرتے ہیں۔ فلسفہ کی چوٹی پر پہونچ کر اور عقل و حکمت کے بلند ترین مقام سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو دیوانوں کی باتوں سے بالکل ملتی جلتی ہیں جو صحیح و حق بات بداہتہً ثابت ہے اس کو رد کرتے ہیں اور جو بے بنیاد اور بے اصل بات جس کا بطلان بالکل بدیہی اور ظاہر ہے اس کو اپنے تلبیس آمیز کلام سے مقبول بناتے ہیں“۔

---

(1) بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول حصہ سوم صفحہ ۱۵۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صریح عقل اور صحیح نقل میں کبھی تعارض نہیں ہوتا

لیکن امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عقل کا پورا احترام کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن مجید میں جا بجا عقل سے کام لینے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کی گئی ہے ان کے نزدیک صحیح عقل اور صحیح نقل میں کبھی تعارض نہیں ہو سکتا وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے وسیع مطالعہ و طویل غور و فکر میں کبھی عقل و نقل میں تعارض و تضاد نہیں دیکھا، لیکن شرط یہ ہے کہ عقل سلیم ہو اور نقل صحیح و محفوظ ہو، اس موضوع پر انہوں نے ایک مستقل ضخیم کتاب بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول تصنیف کی ہے۔ جس میں انہوں نے مفصل و مدلل طریقہ پر ثابت کیا ہے کہ معقول و منقول میں پوری موافقت ہے اور جو باتیں وحی و نبوت کتاب و سنت سے ثابت ہو چکی ہیں صحیح و کامل عقل ان سب کی تصدیق کرتی ہے، عقل ہمیشہ ان نصوص و منقولات کی تائید و تصدیق کرتی رہی اور جب بالغ نظری اور دقت نظر سے کام لیا جائے گا عقل کو ان منقولات کی تائید و تصدیق ہی میں دیکھا جائے گا وہ لکھتے ہیں:

> "صحیح و واضح عقلی دلائل جن میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ یقینی فطری علوم سب کے سب انبیاء علیہم السلام کی اطلاعات کے موافق ہیں، مخالف نہیں اور صحیح عقلی دلائل تمام تر نقل و روایت (سمع) کے مطابق ہیں ذرا بھی اس کے خلاف نہیں۔ الحمدللہ میں نے مختلف فرقوں کا کلام اور اِن کے مسائل پر غور کیا ہے اور اسی بات کو صحیح پایا ہے"[1]۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

---

[1] بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول حصہ سوم صفحہ ۲۷۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"منقول صحیح کا کبھی معقول صریح معارض نہیں ہوتا میں نے اختلافی مسائل میں بھی اس اصول کی تحقیق کی اور میں نے یہی دیکھا کہ صحیح و صریح نصوص کے خلاف جو کچھ بھی پیش کیا جاتا ہے وہ محض فاسد شبہات ہوتے ہیں جن کا بطلان عقل سے ثابت ہوتا ہے میں نے بڑے بڑے اصولی مسائل توحید و صفات، مسائل قدر و نبوات وغیرہ کو بھی اس نظر سے دیکھا اور یہی پایا کہ جو صراحتہ عقل سے ثابت ہوتا ہے کبھی سمعیات و منقولات اِن کے مخالف نہیں ہوتے بلکہ وہ نقل و روایت جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ صریح عقل کے خلاف ہے، تحقیق سے یا تو موضوع حدیث ثابت ہوتی ہے یا اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے اس لئے وہ دلیل بنانے کے قابل نہیں ہوتی، ہم جانتے ہیں کہ پیغمبر اِن چیزوں کی اطلاع نہیں دیتے جو عقلاً محالات میں سے ہیں بلکہ اِن چیزوں کی اطلاع دیتے ہیں جن میں عقل حیران و سرگشتہ ہوتی ہے، وہ اس چیز کی اطلاع نہیں دیتے جس کی عقل نفی کرتی ہے بلکہ اس چیز کی اطلاع دیتے ہیں جس کی حقیقت سمجھنے سے عقل عاجز رہتی ہے[1]"۔

وہ دعویٰ سے کہتے ہیں (اور اِن کا دعویٰ بڑا وزن رکھتا ہے) کہ ایک حدیث یا نقل بھی عقل کے مخالف نہیں اور اگر ایسی کوئی حدیث ہے تو وہ اہل فن کے نزدیک ضعیف یا موضوع ہے۔

قرآن میں بہترین عقلی دلائل ہیں

ان کو متکلمین و فلاسفہ کے اس دعویٰ کے تسلیم کرنے سے انکار ہے کہ قرآن مجید ایک ایسا صحیفہ ہے جس کی بنیاد محض نقلیات و سمعیات پر ہے۔ انہوں نے جا بجا ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں بہترین عقلی دلائل ہیں۔ اور دلائل ایسے محکم مدلل

---

(1) حصہ اول صفحہ ۸۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور واضح الثبوت ہیں جن کو فلاسفہ اور متکلمین کے دلائل جو بحث و تنقید کے بعد تار عنکبوت ثابت ہوتے ہیں، پہنچ نہیں سکتے وہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے عقلی دلائل بیان فرمائے ہیں جن کی اس علم میں ضرورت ہے، اور یہ فلاسفہ متکلمین اِن کا پورا اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔ یہ جن دلائل و نتائج کو پیش کرتے ہیں قرآن مجید نے اِن کا خلاصہ بہترین طریقہ پر پیش کر دیا ہے[1]"۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے اثبات صانع اور اس کی صفات و افعال کی معرفت کے سلسلہ میں دنیا کے سامنے جو کچھ پیش کیا وہ صریح عقل کے مطابق ہے اور عقلاء کی بڑی سے بڑی عقلی بلند پروازیوں سے بلند ہے، اِن اگلے پچھلے فلاسفہ حق و باطل کی تلبیس کے عادی ہیں، اس لئے اس کو سیدھے سیدھے طریقہ پر بیان نہیں کرتے[2]"

رسول کی تعلیم میں التباس نہیں

فلاسفہ و متکلمین اور ان کے ہمنواؤں کے گروہ میں بہت سے لوگ اس بات کے قائل تھے کہ رسول نے ذوات کے بارے میں پوری تفصیل و تشریح سے کام نہیں لیا، بلکہ ان چیزوں کو مجمل و مبہم طریقہ پر بیان کیا گیا ہے قرآن کا بہت سا حصہ شرح کا محتاج ہے، اور اللہ نے پچھلے دور میں متکلمین کو یہ توفیق دی کہ وہ اس کی شرح و تفصیل

---

(1) حصہ اول صفحہ ۱۴

(2) حصہ سوم صفحہ ۶۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں اور عقائد و حقائق دینی کو مفصل و مدلل طریقہ پر امت کے سامنے پیش کریں وہ کہتے ہیں کہ رسول کو بلاغ کا حکم تھا، آپ نے ہر اس چیز کی تفصیل و تشریح کی جس کی تفصیل و تشریح دین کے لئے ضروری تھی، عقائد و اصول دین کی بنیا دیں اور اللہ کی ذات و صفات جس کے بغیر معرفت اور انسان کی سعادت و نجات ممکن نہیں کیسے مجمل و مبہم چھوڑے جاسکتے تھے۔ جس کتاب کے سمجھنے اور سمجھ کر پڑھنے اور اس پر غور و تدبر کی جابجا دعوت دی گئی ہے، وہ اس اجمال و ابہام کی حالت و ابہام کی حالت میں کیسے چھوڑی جاسکتی تھی، وہ کہتے ہیں:

"رسول نے تبلیغ کا حق ادا کیا اور مکمل و واضح طریقہ پر اللہ کی بات پہنچائی اور اس کے مراد و منشاء کو واضح کیا، قرآن و حدیث میں اگر کوئی لفظ ایسا ہے جس کے ظاہری معنی نہیں لئے جاسکتے تو یہ ضروری بات ہے کہ رسول نے دوسرے لفظوں سے اس کے معنی و مراد کی تعیین کی یہ ممکن نہیں کہ آپ ایسے لفظ بولیں جس کا ظاہری مفہوم و مدلول باطل ہو اور آپ اس کی صحیح مراد بیان نہ کریں اور یہ بات بھی کسی طرح عقل میں نہیں آتی کہ آپ لوگوں سے کلام کے اس مطلب کے سمجھنے کا مطالبہ کریں جس کی آپ نے اِن سے تشریح نہ کی ہو، اور جس کی رہنمائی نہ فرمائی ہو محض اس وجہ سے کہ لوگ اس کو اپنی عقل سے سمجھ سکتے ہیں، یہ حقیقت میں اس رسول پر بہت بڑا اعتراض ہے جس نے اللہ کی بات بے کم و کاست پہنچائی[1]"۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے رسول کو بلاغ مبین کا حکم دیا، اور آپ سے بڑھ کر اپنے رب کا کوئی فرمانبردار اور تابعدار نہیں تھا، تو یہ ضروری بات ہے کہ آپ نے یہ بلاغ مبین

---

[1] حصہ سوم صفحہ ۱۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچایا۔ اس بلاغ مبین کے ساتھ آپ کے بیان میں التباس و تلبیس نہیں ہو سکتی، باقی جن آیات کے متعلق قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ متشابہات ہیں جن کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا تو یہاں تاویل سے مراد تفسیر نہیں بلکہ اِن کی حقیقت ان کے وقوع کی شکل اور اِن کا مال ہے"۔

امام ابن تیمیہ کی دعوت اور ان کا کارنامہ

غرض یہ کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بات پر پورا زور دیا ہے کہ عقائد کا ماخذ وحی و نبوت اور کتاب و سنت کو بنایا جائے اور انہی کے نصوص کو اس بارے میں معیار کا درجہ دیا جائے، انہوں نے ساری عمر اس کی دعوت دی اور مشکل سے ان کی کوئی تصنیف اس سے خالی نظر آئے گی۔ اس طرح انہوں نے فکر اسلامی کو طاقت و تازگی بخشی، جو فلسفہ و علم کلام اور عجمی روح سے بہت کچھ مجروح و مضمحل ہو گئی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ